ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

11

www.tanzeem.org

12 تا 18 مارچ 2013ء/29 ربیع الثانی 5 جمادی الاوّل 1434ھ

اس شمارے میں

پاکستان ایک جراسک پارک؟

نوعِ انسانی پر قرآن مجید کے احسانات

سامانِ ہزار آزار

پاکستان کی منزل: اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی...... مگر کیسے؟

گوادر پورٹ اور گیس پائپ لائن معاہدہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

خطرناک فتنہ

باطل فلسفہ کے اثر سے جب کوئی مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہے تو وہ مجبور نہیں ہوتا کہ بپتسمہ یا شدھی کی طرح کی کسی رسمی کارروائی میں سے گزرے‘ یا مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے‘ یا ان سے اپنے سماجی‘ اقتصادی اور سیاسی تعلقات منقطع کرے‘ یا اپنی بود و باش کے طریقوں کو بدل دے‘ یا شادی اور بیاہ اور دوستی اور رشتہ داری اور میل ملاقات کے لیے کسی اور قوم سے راہ و ربط پیدا کرے‘ کیونکہ اسلام کے اس نئے ہوشیار دشمن نے اپنے پرستاروں کو اجازت دے رکھی ہے کہ تم مذہب سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے دشمن بن جاؤ تو پھر کوئی حرج نہیں کہ تم اسلام ہی کے دائرہ کے اندر رہو۔ چنانچہ اس دشمنِ دین و ایمان سے رشتہ جوڑنے والے آج نصف سے بھی زیادہ مسلمان ایسے ہیں جو یا تو اللہ کے منکر ہیں یا وحی کے یا رسالت کے یا حیات بعد الممات کے یا جزا و سزا کے اور یا ان سب کے۔

ان مسلمانوں میں سے بعض ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اسلام اس زمانہ میں ناقابلِ عمل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سارا مذہب ہی ایک ڈھکوسلہ ہے جو یا تو اقتصادی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے یا دبی ہوئی جنسی خواہشات کا ردِعمل۔ پھر ان میں سے کوئی اسلام کے معاشی نظام کو فرسودہ اور بے کار سمجھتا ہے‘ کوئی اسلامی ریاست کی تجویز کو مضحک قرار دیتا ہے‘ کوئی جنسی تعلقات پر اسلام کی عائد کی ہوئی پابندیوں کو ایک فطری حیاتیاتی عمل کی ناجائز‘ مضرِ صحت اور خارج از وقت رکاوٹ سمجھ کر ان کا استخفاف کرتا ہے‘ کوئی اسلام کی عبادت کے طریقوں کو بے معنی سمجھتا ہے‘ کوئی زکوٰۃ کو موقوف کرنا چاہتا ہے‘ کوئی حج کو‘ کوئی قربانی کو‘ کوئی نماز کو اور کوئی روزہ کو۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو اسلام ہی کے نام پر اسلام کی اساسیات کا انکار کرتے ہیں اور اس کے بنیادی اصولوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ وہ اپنے غیر اسلامی تصورات ہی کو اسلام کا نام دیتے ہیں اور اکثر انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اسلام سے الگ ہو چکے ہیں‘ بلکہ ایک ایسی راہ اختیار کر چکے ہیں جو اسلام سے بالکل برعکس سمت میں جاتی ہے۔

ان ساری باتوں کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں مسلمان بن کر رہتے ہیں۔ ان سے شادی بیاہ‘ دوستی اور رشتہ داری‘ میل و ملاقات اور کھانے پینے کے تعلقات قائم رکھتے ہیں‘ بلکہ ان کے جنازے پڑھتے ہیں ان کی عبادتوں میں شریک ہوتے ہیں—— اس جدید اور خطرناک فتنہ کا منبع مغرب کے وہ غلط فلسفے ہیں جن کے بڑے بڑے امام ڈارون‘ میکڈوگل‘ فرائڈ‘ ایڈلر‘ کارل مارکس اور میکاولی ہیں۔

قرآن اور علمِ جدید

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

الھدیٰ (553)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات:111،110)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾
لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ
شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

آیت 110 ﴿حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾ ’’یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے‘‘

یہ آیت مشکلات القرآن میں سے ہے اور اس کے بارے میں بہت سی آراء ہیں۔ میرے نزدیک جو رائے صحیح تر ہے‘ صرف وہ یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

یعنی متعلقہ قوم میں جس قدر فطرتِ سلیمہ کی استعداد (potential) تھی اس لحاظ سے نتائج سامنے آ چکے۔ ان میں سے جن لوگوں نے ایمان لانا تھا وہ ایمان لا چکے اور مزید کسی کے ایمان لانے کی توقع نہ رہی۔ بالفاظِ دیگر اس چاٹی میں سے جس قدر مکھن نکلنا تھا نکل چکا‘ اب اسے مزید بلونے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا۔

﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا﴾ ’’اور لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا تھا‘‘

یہاں ظَنُّوْٓا کا فاعل متعلقہ قوم کے لوگ ہیں‘ یعنی اب تک جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے وہ مزید دلیر ہو گئے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ واقعی جھوٹ تھا۔ کیونکہ اگر سچ ہوتا تو اتنے عرصے سے ہمیں جو عذاب کی دھمکیاں مل رہی تھیں وہ پوری ہو جاتیں۔ ہم ایمان بھی نہیں لائے اور عذاب بھی نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ اور عذاب کے یہ ڈراوے سب جھوٹ ہی تھا۔

﴿جَآءَھُمْ نَصْرُنَا ۙ﴾ ’’تو ان کو ہماری مدد آ پہنچی‘‘

یعنی انبیاء و رسل کی دعوت اور حق و باطل کی کشمکش کے دوران ہمیشہ ایسا ہوا کہ جب دونوں طرف کی سوچ اپنی اپنی آخری حد تک پہنچتی (پیغمبر سمجھتے کہ اب مزید کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا اور منکرین سمجھتے کہ اب کوئی عذاب وغیرہ نہیں آئے گا‘ یہ سب ڈھونگ تھا) تو عین ایسے موقع پر نبیوںؑ اور رسولوںؑ کے پاس ہماری طرف سے مدد پہنچ جاتی۔

﴿فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾﴾ ’’پس بچا لیا گیا ان کو جن کو ہم نے چاہا۔ اور ہمارا عذاب پھیرا نہیں جا سکتا مجرم قوم سے۔‘‘

یعنی اپنے انبیاء و رسل کے لیے ہماری یہ مدد منکرینِ حق پر عذاب کی صورت میں آتی اور اس عذاب سے جسے ہم چاہتے بچا لیتے‘ لیکن اس سلسلے کی اٹل حقیقت یہ ہے کہ ایسے موقع پر مجرمین پر ہمارا عذاب آ کر ہی رہتا ہے۔ اُن کی طرف سے اس کا رخ کسی طور سے موڑا نہیں جا سکتا۔

آیت 111 ﴿لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ﴾ ’’یقیناً ان (سابقہ اقوام) کے واقعات میں ہوش مند لوگوں کے لیے عبرت ہے۔‘‘

﴿مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ﴾ ’’یہ (قرآن) ایسی بات نہیں جسے گھڑ لیا گیا ہو‘ بلکہ یہ تو تصدیق (کرتے ہوئے آیا) ہے اُس کی جو اس سے پہلے موجود ہے‘‘

یعنی یہ واقعات تورات میں بھی ہیں اور قرآن انہی واقعات کی تصدیق کر رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کے سلسلے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بہت عمدگی کے ساتھ تورات اور قرآن کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے‘ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے حسنِ بیان اور اس کے حکیمانہ انداز کا معیار اس قدر بلند ہے کہ تورات میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تورات تو گم ہو گئی تھی۔ بعد میں حافظے کی مدد سے جو تحریریں مرتب کی گئیں‘ ان میں ظاہر ہے وہ معیار تو پیدا نہیں ہو سکتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تورات میں تھا۔

﴿وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ ’’اور (اس میں) تفصیل ہے ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو (اس پر) ایمان لاتے ہیں۔‘‘

یعنی وہ علم جو اس دنیا میں انسان کے لیے ضروری ہے اور وہ راہنمائی جو دُنیوی زندگی میں اسے درکار ہے سب کچھ اس قرآن میں موجود ہے۔

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیات والذّکر الحکیم oo

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 مارچ 2013ء جلد 22
29 ربیع الثانی 5 جمادی الاوّل 1434ھ شمارہ 11

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھر
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

پاکستان ایک جراسک پارک؟

بھارت کے ایک سابق جج نے کہا ہے کہ پاکستان جراسک پارک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ''جراسک پارک'' کے نام سے ایک فلم بنی تھی جس میں ڈائنوسار رہتے تھے۔ ظاہر ہے اس پارک میں درندگی برہنہ ناچ ناچتی دکھائی گئی ہوگی۔ بعض پاکستانی اخبارات نے اس بھارتی جج پر شدید تنقید کی ہے اور پاکستان کو جراسک پارک کہنا ایک دشمن ملک کے متعصب شہری کی ہرزہ سرائی قرار دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی ذات، اپنا گھر، اپنا شہر، اپنا ملک، کسے عزیز نہیں ہوتا اور کوئی انہیں کسی بری شے سے تشبیہ دے تو کسے برا نہیں لگے گا؟ پھر یہ کہ ایسی کڑوی بات کرنے والا اگر آپ کا ازلی اور ابدی دشمن ہے تو ناگواری میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہم بھی پاکستان کو جراسک پارک سے تشبیہ دینے والے کی بات کو رد کریں گے، لیکن یہ بات تو سوچنا ہوگی کہ کیوں کسی کا منہ اس حد تک کھلا؟ خود احتسابی اور گریبان میں منہ ڈالنے کی تو بہر حال ضرورت ہے۔ تصوراتی دنیا میں رہنا، حقائق سے آنکھیں چرانا کسی طرح دانشمندی نہ ہوگی۔ کسی طوفان کی صورت میں شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ دینے سے بات نہیں بنے گی۔ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ دہشت گردی کے واقعات اور ٹارگٹ کلنگ میں اس وقت دنیا بھر میں پاکستان کے معصوم شہریوں کا سب سے زیادہ خون بہہ رہا ہے۔ چند سال پہلے تک ہم عراق میں ہونے والی دہشت گردی اور خون خرابے پر کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے، آج یقیناً پاکستان کے شہروں خصوصاً کراچی اور کوئٹہ کے بازار بغداد سے کہیں زیادہ انسانی خون سے لتھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئٹہ میں ہزارہ کمیونٹی کے خلاف دہشت گردی کے دو بڑے واقعات ہوئے جن میں سینکڑوں لوگ جاں بحق ہوئے۔ ان کے کفن ابھی میلے بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ کراچی میں سانحہ عباس ٹاؤن میں ساٹھ کے قریب افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سینکڑوں زخمی ہوئے' درجنوں خاندانوں کے سر پر چھت نہ رہی اور وہ بے آسرا اور بے سہارا ہو گئے۔ معصوم شہریوں کے قتل عام کی کوئی justification قابل قبول نہیں' کوئی تاویل قابل غور یا قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے وہاں محرومیوں کا مسئلہ ہے۔ فوجی اور سول حکمرانوں کی بے شمار زیادتیوں اور اندھا دھند کارروائیوں کا مسئلہ ہے۔ بی ایل اے یعنی بلوچستان لبریشن آرمی ان محرومیوں اور زیادتیوں کو ایشو بنا کر آزاد بلوچستان کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ہم ان کے ردعمل اور طریقہ کار کو صدفی صد غلط قرار دیتے ہیں، لیکن بلوچستان کے عوام کی محرومیوں اور ان سے ہونے والی زیادتیوں کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ ہم ان کی محرومیوں کو دور کرنے اور زیادتیوں کی تلافی کرنے کا ایک عرصہ سے مطالبہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ البتہ کراچی ہمیشہ ہمارے حکمرانوں کی ترجیح اوّل رہا۔ کراچی کے عوام کی محرومیوں کا کوئی سوال نہیں، بلکہ اندرونِ سندھ کے لوگوں کو کراچی سے کچھ شکایات رہیں۔ پھر یہ کہ کراچی کی نمائندہ جماعت ہونے کا دعوے کرنے والی جماعت ایم کیو ایم نے ہمیشہ پاکستان کی بات کی اور جناح پور کے حوالہ سے اپنے اوپر لگنے والے الزامات کی پرزور تردید کی۔ ہم نے سطور بالا میں عرض کیا ہے کہ ہمیں زمینی حقائق کو تسلیم کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں بلکہ خود ہی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ کراچی کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم ماضی میں ضرورت سے زیادہ مصلحت آمیزی سے کام لیتے رہے ہیں۔ ایم کیو ایم پر ہاتھ

''ہولا'' رکھتے تھے اور اس کے ''کارناموں'' پر براہِ راست تنقید کرنے سے گریز کرتے تھے، لیکن اس میں نیک نیتی شامل تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ اس قوت کو دیوار سے لگانے کی بجائے اس کا رخ اشتعال انگیز اور متشدد کارروائیوں سے مثبت کاموں کی طرف موڑنے کی کوشش کی جائے۔ جو جماعتیں ان پر شدید الزامات لگاتی تھیں، ایم کیو ایم کو ایک دہشت گرد جماعت قرار دیتی تھیں اور ان پر علیحدگی پسندگی کا الزام لگاتی تھیں، ان سے کھلم کھلا اختلاف کیا اور انہیں بھی مصلحت کا درس دیا۔ لیکن حالات کا ایک طویل عرصہ تک جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایم کیو ایم اصلاح اور امن کی طرف راغب ہونے کا سرے سے کوئی ارادہ ہی نہیں رکھتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسے کراچی کے حالات درست کرنے اور اسے پرامن شہر بنانے میں نہ صرف کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ شاید اپنے پوشیدہ اور مذموم عزائم کی تکمیل کی خاطر حالات کو جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر اور باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت بگاڑ رہی ہے۔

اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لیے ہم ایم کیو ایم کی قیادت سے چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا 80ء کی دہائی سے پہلے یعنی ایم کیو ایم کے بطور جماعت وجود میں آنے سے پہلے کراچی مکمل طور پر ایک پُرامن شہر نہ تھا؟ بھتہ خوری کا نام کسی سے سنا تھا' کسی بوری بند لاش کا سوال تھا' کسی جماعت کے ٹارچر سیل تھے؟ کیا ایسی کوئی روایت تھی کہ جو سیاست دان یا صحافی مخالفت میں بولے یا لکھے اسے گولی سے اڑا دو؟ جج فیصلہ خلاف دے یا کیس سننے کی جرأت کرے تو اسے دوسری دنیا میں پہنچا دو؟ اگر کسی واردات کے کوئی گواہ ہوں تو انہیں چن چن کر ہلاک کر دو؟ اگر کسی معین دن ہڑتال یا احتجاج کا اعلان کرو تو اس سے ایک دو روز پہلے کراچی کی سڑکوں کو خون سے نہلا دو تاکہ ہڑتال کے روز کوئی باہر نکلنے کی جرأت نہ کرے! پھر اس کھیل میں اور بھی کئی جماعتیں شریک ہو گئیں۔ اس لیے کہ کسی نے ایم کیو ایم کے ہاتھ نہ روکے تھے، لہٰذا پاکستان نہ سہی اس کا ایک شہر کراچی تو کسی حد تک ''جراسک پارک'' بن گیا۔ ایم کیو ایم کے کارکن اور ان کی قیادت کب تک اپنے خلاف بولنے والوں کی زبانیں کھینچے گی؟ وہ کب تک اپنے خلاف لکھنے والوں کے ہاتھ توڑتے رہیں گے؟ ہر بات کی حد ہوتی ہے' ہر پیمانہ بالآخر لبریز ہوتا ہے۔ برداشت ختم ہو جائے تو دیوانگی طاری ہو جاتی ہے اور دیوانگی میں بعض اوقات ردعمل اتنا شدید ہوتا ہے کہ پہلے سے اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اور سو باتوں کی ایک بات، بڑے بوڑھے کہتے ہیں ''اَت خدا داویر'' یعنی جب کوئی فرد یا گروہ برائی میں تمام حدود کراس کر جائے تو گویا وہ خدا کی دشمنی مول لیتا ہے۔ ظاہر ہے پھر ایسے گروہ کا انجام انتہائی عبرتناک اور انتہائی المناک ہو گا۔ ہم نے جو ایم کیو ایم کے بارے میں ترش روئی اختیار کی ہے تو یہ بھی اس کے بھلے کے لیے کی ہے۔ اس لئے کہ ہمارا پختہ ایمان ہے کہ کسی کی آخرت سنوارنے کی کوشش کرنا دنیا میں اُس کی مدد کرنے سے کہیں زیادہ بڑی نیکی ہے۔ ایم کیو ایم کو ہماری یہ ناصحانہ ڈانٹ ڈپٹ اسی بنیاد پر ہے۔ حالات صاف بتا رہے ہیں کہ پانی گردن سے اوپر آ چکا ہے، البتہ ابھی سر سے نہیں گزرا۔ ہم ملکی مفاد میں ایم کیو ایم کی قیادت سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ وہ اسلحہ اور دہشت گردی کی سیاست کو ترک کر دے، وہ لوگوں کو گن پوائنٹ پر یرغمال بنانے کی بجائے عوامی خدمت سے ان کے دل جیتے۔ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونے کا یہی واحد راستہ ہے۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ ہتھیار پھینک کر امن کی راہ اختیار کر لیں۔ اسمبلیوں کی نشستیں جیتنا اگر کامیابی کا معیار ہے تو وہ بھی ملیں گی اور روح کو سکون بھی حاصل ہو گا۔ اس لیے کہ انسان ظاہراً کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو' بے چینی اور سکون کا معدوم ہونا زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ مقتول کا خون قاتل کو کبھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیتا۔ اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اِس خرابیٔ بسیار کی صرف ایم کیو ایم ذمہ دار ہے لیکن یہ کہ اُس کا رول کلیدی ہے۔ جونہی ایم کیو ایم نے اپنی پالیسی بدلی، باقی جماعتوں کو بھی پُرامن راہ اختیار کرنا پڑے گی اور اُن کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ ملک کے کچھ دوسرے حصوں میں بھی دہشت گردی کے واقعات ہو رہے ہیں، مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون بہہ رہا ہے، لیکن کراچی پاکستان کی شہ رگ ہے۔ یہاں امن ہو جائے گا تو باقی پاکستان میں امن خود بخود سرایت کر جائے گا ان شاء اللہ۔ اور کراچی کو پُرامن بنانے کے لیے ایم کیو ایم کو اپنی پالیسی بدلنا ہو گی، وگرنہ جراسک پارک کیا دہشت گردی کی آگ پاکستان کو جلا کر راکھ کر دے گی' اللہ نہ کرے!

خطاب جمعہ

مورخہ : 22-03-2013 مقرر: محترم رحمت اللہ بٹر صاحب

موضوع : ''سیرت النبی ﷺ''

بمقام : مسجد نمرہ مرکز تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

رابطہ: 0300-7446250, 055-3891695

خطابِ عام

مورخہ: 22-03-2013 بعد نماز عشاء

مقرر: محترم رحمت اللہ بٹر صاحب موضوع: ''تکمیل رسالت کے تقاضے''

بمقام : کمیونٹی سنٹر، عیدگاہ روڈ، لالہ موسیٰ

رابطہ : رانا ضیاء الحسن 0333-8419991

نوع انسانی پر قرآن مجید کے احسانات

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں مرکزی ناظم تعلیم و تربیت انجینئر نوید احمد کے یکم مارچ 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

محترم حضرات آج قرآن اکیڈمی لاہور میں پہلی مرتبہ خطاب جمعہ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کوششوں سے لاہور میں یہ اکیڈمی قائم ہوئی۔ پھر اس کے بعد کراچی، ملتان، جھنگ اور فیصل آباد میں کئی قرآن اکیڈمیاں قائم ہوئیں۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں مجھے آج پہلی مرتبہ گفتگو کا موقع مل رہا ہے۔ قرآن کی مناسبت ان شاء اللہ میرا موضوع بیان ہے ”نوع انسانی پر قرآن مجید کے احسانات۔“ اور میری گفتگو کا ماخذ ہے ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی کتاب ”محاضرات قرآنی“ ہے۔ محاضرات قرآنی میں ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم نے ایک بڑی اہم حقیقت بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید صرف مسلمانوں کی کتاب نہیں، بلکہ یہ پوری نوع انسانی کی کتاب ہے۔ میں نے ابھی آپ کے سامنے دو آیات تلاوت کی ہیں، کہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

”اور ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔“ (بنی اسرائیل:89)

یہ قرآن مجید تو ان کے لئے کئی احسانات کا پیش خیمہ تھا، لیکن انہوں نے ناشکری کی اور قرآن مجید سے فاہدہ نہیں اٹھایا۔ سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”ہم نے تم پر کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے۔ تو جو شخص ہدایت پاتا ہے تو اپنے بھلے کے) لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ اور (اے پیغمبرؐ) تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔“ (آیت:41)

تو یہ قرآن مجید اللہ نے تمام انسانوں کے لئے نازل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر آپ دیکھتے ہیں کہ خطاب یَاَیُّھَا النَّاسُ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید صرف مسلمانوں نے نہیں پڑھنا۔ بلکہ ڈاکٹر غازی صاحب لکھتے ہیں کہ اِسے غیر مسلموں کو بھی پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ اس قرآن مجید کے نوع انسانی پر بے شمار احسانات ہیں۔ انہوں نے خود کچھ احسانات گنوائے ہیں۔ نوع انسانی پر قرآن مجید کے جو احسانات ڈاکٹر صاحب نے گنوائے ہیں۔ ان میں سے چھ احسانات ان شاء اللہ آج میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ سب سے پہلا احسان جو قرآن مجید نے نوع انسانی پر کیا وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کو اس کی عظمت کا احساس دلایا۔ ورنہ اس سے پہلے انسان مخلوقات کی بندگی اور پوجا کرتے ہوئے ذلت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ قرآن مجید نے آکر بتایا کہ نہیں یہ انسان تمام مخلوقات میں افضل مخلوق ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

”اور ہم نے بنی آدمؑ کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔“ (آیت:70)

سورۃ التین میں فرمایا:

”کہ ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔“ (آیت:4)

اللہ نے انسان کو خلیفہ بنایا۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ سب آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو۔ چنانچہ سب ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ انسان مسجود ملائک ہے۔ قرآن کی تعلیمات کے آنے سے پہلے انسان یہ سمجھتا تھا کہ بہت سے مظاہر قدرت ہیں۔ جن سے ہمیں نفع و نقصان پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا جس چیز کے ذریعے سے فائدہ ہوا انسان نے اس کو معبود بنا لیا۔ اِسی سے سورج پرستی، اصنام پرستی اور آتش پرستی شروع ہوئی۔ قرآن مجید نے آکر بتایا کہ مظاہر قدرت تمہارے خادم ہیں، یہ معبود نہیں ہیں۔ اللہ نے پوری کائنات میں جو قوتیں بھی بنائیں، یہ سب کی سب اللہ نے تمہاری خدمت کے لیے بنائیں ۔

نہ تو زمین کے لیے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

لہٰذا انسان کو اپنی عظمت کا احساس ہوا، اور مظاہر قدرت کا تقدس انسان کے ذہن سے ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر غازی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جس چیز کو انسان مقدس سمجھتا ہے، اس پر کبھی بھی تحقیق نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر میڈیکل کے طالب علم سے لاشوں کی چیر پھاڑ اس سے کرائی جاتی ہے، تاکہ اُن کو بتایا جائے کہ انسان کے اندر کا نظام کیا ہے۔ لیکن اگر اسے بتایا جائے کہ یہ لاش تمہارے والد کی ہے تو وہ کبھی چیر پھاڑ نہیں کرے گا۔ کیوں اس لئے کہ اُس کے دل میں والد کا تقدس ہے۔ قرآن مجید نے آکر بتایا کہ تقدس مظاہر فطرت کا نہیں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا ہے۔ سورج، چاند، درخت، سمندر، الغرض جتنے بھی مظاہر قدرت ہیں اللہ کی مخلوقات ہیں یہ مقدس نہیں ہیں۔

تو جب یہ مظاہر قدرت کا تقدس ختم ہو گیا تو پھر انسان نے تحقیق شروع کی ہے، چیزوں کو دیکھا، غور وفکر کیا۔ اور قدرت کی جو مختلف قوتیں ہیں، ان کو دریافت

کیا۔ قرآن مجید کا نوعِ انسانی پر دوسرا احسان یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں جو مختلف سوالات اٹھتے ہیں، اس کائنات اور خالق کائنات کے حوالے سے اور اپنے بارے میں قرآن مجید نے آ کر ان کا بڑا شافی، مطمئن کرنے والا جواب دیا۔ قرآن مجید کے ذریعے معلوم ہوا کہ کائنات کا ایک خالق اللہ ہے۔ اس نے کائنات بنائی ہے۔ اور یہ بے مقصد نہیں بنائی۔

﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (۱۹۱) ﴾

''اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔''

کائنات میں ہر چیز با مقصد ہے۔ اور اس کائنات کا انجام کیا ہے، وہ بھی بتا دیا۔ آخرت کی تفصیلات دے دیں پھر انسان کا خالق بھی اللہ ہے انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ اللہ نے اسے بھی واضح کر دیا۔ کائنات سے متعلق یہ بنیادی سوالات ہیں، جب تک ان سوالات کے جوابات نہ ملیں، انسان بے چین ہوتا ہے۔ جوابات مل جائیں تو انسان کو اطمینان ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ مثال دیا کرتے تھے کہ فرض کیجیے ایک شخص نے ٹرین میں کراچی سے سفر کا آغاز کیا ہے۔ اور لاہور آ رہا ہے اور راستے میں خدانخواستہ کسی حادثے میں اس کی یادداشت کھو جائے تو اب اسے کچھ پتا نہیں ہوگا کہ میں کہاں سے چلا تھا اور کہاں جا رہا ہوں۔ ہر تھوڑی دیر بعد ٹرین رکتی ہے کچھ لوگ اترتے ہیں۔ کچھ چڑھتے ہیں تو جیسی بے چینی اور الجھن اس مسافر کو ہوگی ایسی ہی الجھن انسان کو بھی ہوتی۔ اگر اسے معلوم نہ ہوتا کہ جو سفر اس کائنات کا چل رہا ہے اُن کا آغاز کس نے کیا؟ کب کیا؟ اس کی منزل کیا ہے! اس کا انجام کیا ہے۔ مجھے کس نے بنایا، کیوں بنایا، میری ابتدا کیا ہے، میرا انجام کیا ہے؟

قرآن مجید نے آ کر اس سوال کا جواب دے کر ہمیں اطمینان دے دیا۔ ایمان کا مطلب ہی امن دینا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات پر ایمان لا کر ہمیں امن حاصل ہوتا ہے۔ قرآن نے ہمیں یہ امن وسکون دے دیا۔ قرآن نے ہمیں ایک ایک سوال کا جواب دے کر مطمئن کر دیا۔ ورنہ انسان سوچتا ہے کہ یہ عجیب دنیا ہے یہ دنیا تو اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ یہاں پر جس کے پاس قوت ہے وہ جو مرضی کرے اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں، یہاں ظالم مظلوموں پر ظلم کرتا ہے۔ مظلوموں کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی کوئی ظالموں کو پکڑنے والے نہیں، کوئی احتساب نہیں، کچھ بیچارے انسان پیدا ہی معذور ہوتے ہیں۔ اندھے، بہرے، لنگڑے وہ بیچارے زندگی بھر دھکے کھاتے رہتے ہیں۔ قرآن نے آ کر بتایا کہ ایسا نہیں ہے۔ اصل فیصلے آخرت میں ہونے ہیں۔ قیامت کے دن جو یوم التغابن ہے، جو یوم الجزا ہے، اگر یہاں پر کسی کے ساتھ کوئی ظلم ہوا تو اس کی پوری پوری تلافی روزِ قیامت کر دی جائے گی۔ یہاں اگر کسی نے ظلم کیا ہو یا زیادتی کی ہو تو روزِ قیامت اسے پوری پوری سزا ملے گی۔

اور یہاں پر تو سزا پوری دی بھی نہیں جا سکتی جس شخص نے ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا اور لاکھوں کو مار دیا، لاکھوں کو معذور کیا۔ تابکاری کے اثرات سے آج بھی بچے معذور پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ اسے دنیا میں سزا دینا چاہتے بھی تو اسے کیا سزا دیتے دنیا میں سزا ہو ہی نہیں سکتی۔ دنیا دارالعمل ہے۔ اصل جزا و سزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ مجرموں کو وہاں پر زندہ کیا جائے گا۔ پھر مارا جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا، پھر مارا جائے گا۔ نوعِ انسانی پر قرآن مجید کا تیسرا احسان مساوات انسانی کا انقلاب ہے قرآن مجید کے آنے سے پہلے نوعِ انسانی باہمی اختیارات کی وجہ سے ایک بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کر رہی ہے۔ یہ تصور تھا کہ کچھ لوگ پیدائشی طور پر افضل اور کچھ گھٹیا ہیں۔ کوئی بیچارہ شودر اور کوئی برہمن ہے۔ برہمن اپنی پیدائش کی وجہ سے اونچا ہے۔ گورا اپنی تخلیق کی وجہ سے اونچا ہے۔ اور کالا معاذ اللہ گھٹیا ہے۔ عرب افضل ہیں۔ عجمی گھٹیا ہیں۔ قرآن مجید نے آ کر بتایا کہ یہ تمام کی تمام فضیلت کی بنیادیں باطل ہیں۔ ایک انسان اگر کسی کالے کے ہاں پیدا ہوا ہے تو اس میں اُس کا اپنا عمل دخل نہیں ہے، اسے اللہ نے پیدا کیا۔ اور اگر ایک انسان کسی گورے کے ہاں پیدا ہوا ہے تو اس میں اس کا کیا کمال ہے، اسے اللہ نے پیدا کیا۔ پیدائشی، رنگ، جنس وہ چیزیں ہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔

لہٰذا نسل، رنگ اور زبان کی بنیاد پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کی بنیاد صرف اور صرف تقویٰ اور اعلیٰ کردار ہے۔ سورۃ النساء کی بالکل پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔'' (آیت: 1)

جب تمام انسانوں کا خالق اللہ ہے، جب تمام انسانوں کے والدین حضرت آدمؑ اور اماں حواؑ ہیں، تو پھر یہ رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز اور فضیلت کہاں سے آ گئی؟ سید کو کس نے پیدا کیا ہے؟ موچی کو کس نے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ سید کے والدین کون ہیں، موچی کے والدین کون ہیں، حضرت آدم و حواؑ۔ تو جب خالق ایک ہے، والدین ایک ہیں، تو پھر تم نے کہاں سے فضیلت کی یہ بنیادیں گھڑ لی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایمان افروز حجۃ الوداع میں ان تمام امتیازات کی نفی فرما دی۔ آپؐ نے فرمایا: ''کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔'' سورۂ حجرات میں ارشاد ہوا:

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔'' (آیت: 13)

یہ قبیلے اور خاندان پہچان کی سہولت کے لیے ہیں۔ ان کی بنیاد پر کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جس کا کردار زیادہ اچھا ہے۔ یہ ہے وہ میدان جس میں آدمی آگے بڑھ سکتا ہے۔ جس میں آدمی محنت کر کے ایک مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام کی عطا کردہ تصور مساوات کا نتیجہ تھا کہ سیدنا بلالؓ کالے حبشی تھے لیکن بڑے بڑے قریشی سردار ان کو ''سیدنا بلال'' کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات کے آخری دور میں جنگ موتہ میں ایک آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کو بڑے بڑے قریشی سرداروں کے اوپر سپہ سالار بنا دیا۔

عالم انسانیت پر قرآن کا چوتھا احسان یہ ہے کہ قرآن نے عقل و وحی اور علم و مذہب کے درمیان توازن قائم کیا۔ ورنہ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ مذہب اور عقل کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ مذہب کے معاملات میں عقل کو استعمال مت کرو۔ اور یہ گمراہی زیادہ تر عیسائیت کے ان عقائد کی وجہ سے پھیلی جو سینٹ پال کی وجہ سے عیسائیت میں داخل ہو گئے تھے۔ سینٹ پال نے آ کر کفارہ کا عقیدہ دیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو بھول اور غلطی آدمؑ

سے ہوگئی تھی وہ معاف نہیں ہونی تھی۔

آدمؑ کی اولاد میں جو بچہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اس غلطی اور گناہ کا ایک حصہ لے کر آ رہا تھا جو آدمؑ سے (معاذ اللہ) ہوگیا تھا۔ اللہ نے اولاد آدم سے اس گناہ کی معافی کے لیے یہ کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پہ لٹکا دیا۔ معاذ اللہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پہ لٹکائے جانے کے اس عقیدے کو مان لیں کہ (معاذ اللہ) عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ اور ان کو انسانوں کے گناہوں کے کفارے کے لیے صلیب پہ لٹکایا گیا۔ اُن کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ یہ عقیدہ اختیار کرلو۔ اور اب بھی تم سے جو گناہ ہوں گے۔ تم مذہبی پیشوا کے سامنے جا کے اپنے گناہوں کا اعتراف کرو اور وہ تمہارے گناہ کو معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ معاف کر دے گا۔ کفارہ کا یہ عقیدہ نہایت غیر معقول ہے۔ اسی طرح تثلیث کا عقیدہ بھی غیر معقول ہے۔ یہ کہنا کہ ایک میں 3 معبود ہیں، اور 3 معبودوں سے مل کے ایک معبود بنتا ہے، سمجھ سے باہر ہے۔ عیسائیت کی وجہ سے محسوس یہ کیا جاتا تھا کہ عقل اور مذہب کا آپس میں کوئی تعلق نہیں عقل ایک طرف ہے مذہب ایک طرف ہے قرآن مجید نے آکر اس حوالے سے نوع انسانی پر دو بڑے بڑے احسانات کیے۔ دینی معاملات میں عقل کے استعمال کی دعوت دی۔ اگرچہ عقل ایسی کامل نہیں ہے کہ وہ کائنات کی ہر حقیقت کو سمجھ لے اور اس تک اس کی رسائی ہو جائے۔ لیکن جب عقل کے سامنے وحی کے ذریعے سے کائنات کے حقائق بیان ہوتے ہیں اور وہ اُن پر غور وفکر کرتی ہے تو ان کی حقانیت کو تسلیم کرتی ہے۔ تو قرآن مجید نے خالص دینی معاملات میں بھی عقل کے استعمال کی دعوت دی ہے، اور دنیوی معاملات میں دین کی راہنمائی عطا فرمائی۔ پس قرآن نے دین اور دنیا کو اور عقل و مذہب کو جوڑ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جا بجا غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ "تم غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟" تو یہ ہے قرآن مجید کا عطا کردہ توازن دنیا میں بھی غور وفکر کرو۔ یہاں پر بھی جو مختلف مسائل ہیں۔

اللہ نے ان کا حل قرآن مجید میں دیا ہے، غور کرو گے تو تمہیں حل ملے گا۔ لیکن صرف دنیا کے نہ ہو کے رہ جاؤ۔ آخرت کے لیے بھی غور وفکر کرو۔ اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔

پانچواں احسان: نسل انسانی پر قرآن مجید کا پانچواں احسان یہ ہے کہ قرآن نے آکر منطق استخراجی کو فروغ دیا۔ اس سے پہلے منطق استخراجی پر ہی انسان کی توجہ تھی۔ منطق استخراجی کیا ہے کہ بس صرف ایک چیز پر غور و فکر کرتے رہو، کرتے رہو اس کی جزئیات، اس کی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ انسان کا مشاہدہ بڑا محدود تھا۔ بس ایک ہی چیز پر غور کر کے بال کی کھال نکالی جا رہی ہے۔ قرآن مجید نے کہا کہ نہیں جزئیات پر غور کرو اور جزئیات کے مطالعے سے کلیات تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ مختلف مظاہر قدرت کو دیکھو غور وفکر کرو تو تمہیں ہر جگہ پر ایک خاص نتیجہ ملے گا۔ غور وفکر سے سارے نتائج تمہیں ایک حقیقت کی طرف لے جائیں گے۔ تو اس کی وجہ سے انسان کا مشاہدہ وسیع ہوگیا۔

سورۃ البقرہ آیت 164 میں ارشاد ہوتا ہے:

"بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور مینہ میں جس اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔" (آیت: 101)

سورۂ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

"(ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔" (آیت: 101)

قرآن مجید نے انسان کے مشاہدے کو وسیع کیا۔ اور کائنات کے مختلف مظاہر پر غور وفکر کی دعوت دی۔ اسی غور وفکر سے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں جدید سائنسی ترقی کا آغاز ہوا۔ اور مظاہر قدرت میں مخفی اور پوشیدہ قوتوں کی دریافت اور طرح طرح کی ایجادات ممکن ہوئیں۔ تو یہ جو سائنسی و تمدنی ترقی ہوئی ہے، مستشرقین بھی مانتے ہیں۔ کہ اس کا آغاز اسلام نے کیا۔ اور مسلمان خود غرض نہیں تھے آج جدید علوم اور ٹیکنالوجی غیر مسلموں کے پاس ہے۔ وہ اپنے ہی علاقوں میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں بناتے ہیں۔ جس نے وہ علم حاصل کرنا ہے وہاں پر جائے، وہاں سے اس کو اعلیٰ تعلیم ملے گی۔ مسلمانوں نے ایسے نہیں کیا، اسپین پہنچے ہیں، اور وہاں پر بڑے بڑے تعلیمی ادارے بنائے۔ یورپ سے لوگ آتے رہے اور وہاں سے وہ جدید علوم سیکھتے رہے، یہ الگ بات ہے کہ ان کو Dark ages سے نکالنے کے بعد ہم خود غافل ہو گئے۔ اہل یورپ اس علم کو لے کر آگے بڑھے اور ترقی کی منازل طے کرتے رہے لیکن اس ترقی کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی یہ دعوت فکر ہے کہ کائنات میں غور وفکر کرو۔ یہ کائنات تمہاری خدمت کے لیے بنائی گئی ہے۔

چھٹا احسان: قرآن مجید کا چھٹا احسان یہ ہے کہ اُس نے آکر مذہبی اجارہ داری کا خاتمہ کردیا۔ انسانوں کا مذہبی پیشواؤں کے ذریعے سے بہت بڑا استحصال ہوا ہے، چاہے وہ عیسائیوں کے ہاں پادری اور پوپ ہوں، چاہے وہ مشرکانہ مذاہب میں پروہت ہوں پجاری ہوں اور چاہے بدقسمتی سے ہمارے ہاں بھی پیر ہوں۔ یہ مذہبی پیشوا انسانوں کو تصور یہ دیتے ہیں کہ تم انتہائی گناہ گار ہو، اور تمہاری اللہ تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تمہاری بات نہیں سنے گا۔ اللہ تک بات پہنچانی ہے تو اس کے لیے تمہیں ہمارے پاس آنا پڑے گا۔ ہمارے ذریعے سے تمہاری بات اللہ تک پہنچے گی۔ انسانیت کا مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں بدترین استحصال ہوا، خاص کر کے کوئی شریعت نہیں، ہاں اگر تمہیں روز مرّہ کوئی مسائل درپیش ہیں تو اس کے لیے مذہبی پیشوا کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں اس کا حل دے دے گا۔ اس سے تھیوکریسی آئی، پاپائیت آئی۔

بجا کہے جسے "پاپا" اسے بجا سمجھو
زبانِ "پوپ" کو نقارۂ خدا سمجھو!

اس شعر میں تصرف کیا تھا یوسف سلیم چشتی صاحب نے بس جو پوپ کہے وہی قانون ہے، وہی حلال ہے، وہی حرام ہے۔ جب مذہبی طبقے کے پاس اختیار آیا تو اس نے پھر نوع انسانی کا بدترین استحصال کیا۔ جدید علوم کے سیکھنے پر پابندی لگا دی۔ پڑھیں گے، سوچیں گے، غور وفکر کریں گے۔ سوالات کریں گے، ہمارے لئے مسئلہ پیدا ہوگا۔ لہٰذا جدید علوم کے سیکھنے پر پابندی۔ جو سیکھتا تھا اس کو بدترین سزا دیتے تھے۔ اس کو جلا دیتے تھے، اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیتے تھے۔ تاکہ اور کوئی یہ کام نہ کرے۔ اسی طرح کوئی مر گیا ہے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی جب تک کہ مذہبی راہنما کو بلایا نہ جائے۔ وہ بیٹھا ہوا مراقبہ کر رہا ہے، کہہ رہا ہے، مرنے والا بہت گناہ گار ہے، اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ کچھ دو اللہ کی راہ میں۔ اور لوگوں سے پھر ان

کے زیورات، نقدی، ان کی جائیدادیں کلیسا کے نام لکھوا لکھوا کر اچھا خاصا ان کا استحصال کر کے پھر کہتا تھا کہ ہاں اب اس کی بخشش کا امکان ہے۔ یوں بہت ظلم کیا گیا اسی لیے اقبال نے کہا کہ۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

قرآن مجید نے اس ظلم کا ذکر کیا سورۃ توبہ میں فرمایا:

''مومنو! بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے سیدھے راستہ سے (دھوکہ بازی کرکے) روکتے ہیں۔'' (آیت:34)

زمانے میں مذہبی پیشوا دو قسم کے رہے۔ ایک علماء اور ایک صوفیاء۔ علماء وہ ہیں جو دین کے قانونی پہلو سے بحث کرتے ہیں، کیا فرض ہے، کیا واجب ہے، کیا حلال ہے کیا حرام ہے۔ اور صوفیاء دین کے باطنی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں۔ نیتوں میں اخلاص ہے کہ نہیں ہے باطن کی صفائی ہے کہ نہیں ہے۔ بدقسمتی سے ان دونوں طبقوں میں جب دنیاداری آئی تو قرآن مجید کہتا ہے کہ ایسے لوگ نہیں چاہتے کہ صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچیں۔ اگر صحیح تعلیمات پہنچ رہی ہیں تو پھر ہمارے پاس کون آئے گا۔ ہم سے کون دعا کرائے گا۔ ہمیں کون نذرانے دے گا۔ وہ لوگوں کو روکتے ہیں سیدھی راہ سے بھی اور اللہ کی راہ سے بھی۔ قرآن مجید نے آکر کہا کہ کوئی واسطہ اور وسیلہ اللہ اور بندے کے درمیان نہیں ہے۔ واسطہ ہے لیکن وہ واسطہ کون سا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت اپنا انعام بندوں کو دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے واسطہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ سے ہدایت لیتا ہے رسول ملک اور رسولِ ملک سے وہ ہدایت انبیاء لیتے تھے۔ اور انبیاء کے ذریعے وہ ہدایت، وہ کتابیں بندوں تک پہنچتی تھیں لیکن بندہ جب چاہے، جہاں چاہے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکتا ہے۔ کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، کسی کی جیب گرم کرنے کی ضرورت نہیں۔

''اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔ جو لوگ ازراہ تکبر میری عبادت نہیں کرتے۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (المومن:60)

کسی اور سے مانگیں تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ سے نہ مانگیں تب اللہ ناراض ہوتا ہے۔ جتنا مانگو اتنا اللہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا کو عبادت کا اصل جوہر قرار دیتا ہے۔ دعا کو عبادت کی چوٹی کہا ہے۔ ((الدعاء مخ العبادۃ)) سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور (اے پیغمبرؐ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پاسکیں۔'' (آیت:186)

بہت بڑا احسان ہے قرآن مجید کا کہ اس مذہبی استحصال سے قرآن نے آکر لوگوں کو بچا لیا۔ اسی شہر لاہور میں علامہ اقبال کے پاس ایک پیر صاحب ملنے کے لئے آئے۔ ان کے کسی مرید کو اطلاع ہوئی کہ میرے حضرت علامہ سے ملنے کے لئے آئے۔ تو حضرت سے ملنے کے لئے وہیں ان کا مرید بھی آگیا۔ اس نے آکر پہلے تو پیر صاحب کو نذرانہ پیش کیا سو روپے۔ اس زمانے میں سو روپے بڑی رقم ہوتی تھی۔ اس کے بعد کہا کہ حضرت دعا کریں۔ مقروض ہوں کسی طرح میرا قرض اُتر جائے۔ پوچھا کتنا قرض ہے؟ کہنے لگا، دو سو روپے قرض ہے۔ تو پیر صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تاکہ ان کے مرید کا قرض اُتر جائے۔ اقبال نے کہا جو ابھی آپ نے سو روپے لئے وہ اس کو دے دیں تاکہ آدھی دعا تو ابھی پوری ہو جائے اور باقی آپ دعا کریں، ضرور پوری ہوگی، اس پر پیر صاحب کو بہت غصہ آیا کہ اقبال نے یہ بات کیوں کی۔ گستاخی کیوں کی ہے۔ اقبال نے اس پر نظم لکھی تھی ''باغی مرید''

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

جا کے دیکھئے پیروں کے ٹھاٹھ باٹھ، ان کی گاڑیاں دیکھئے، ان کے قالین، فرنیچر دیکھئے۔

شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

جیسے مہاجن اپنا سود لیتا ہے اسی طرح سے یہ پیر بھی اپنا نذرانہ لیتے ہیں۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن!

قرآن مجید نے اس ظلم سے نجات دلائی۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا تحفہ ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں تمام انسانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ پوری نوع انسانی کو قرآن مجید پر غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم اس دولت کی ناقدری کریں، اس سے استفادہ نہ کریں تو یہ بہت بڑی ناشکری ہوگی۔ ہم تو الحمدللہ مسلمان ہیں۔ قرآن مجید کو اللہ کا کلام مانتے ہیں۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر اگر کوئی سب سے بڑی دولت ہے تو وہ ہے قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (اس کے لیے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''قرآن مجید کے حقوق'' کا مطالعہ کریں)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆☆☆

بقیہ — سامانِ ہزار آزار

اللہ نے حکم دیا تھا کہ دوسروں کے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ جاؤ اور آپ میری اجازت لیے بغیر میرے گھر میں آئے۔ تین براعظموں پر پھیلی سپر پاور کے حکمران، سیدنا عمرؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ وعدہ لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ حکمران کا پہلا فرض عوام کو امن، زندگی کی حفاظت دینے کا ہے۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے تم پر اپنے گورنروں کو اس لیے متعین نہیں کیا کہ وہ تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں، تمہیں بے عزت کریں اور تمہارے مال غصب کرلیں لہٰذا اگر کسی پر اس کا گورنر ظلم کرے تو وہ مجھے بتائے تاکہ میں اس کا بدلہ دلاسکوں''۔

تفتیشی سنٹروں میں لائے جانے والے بعد از اغوا ادھڑی چمڑیوں والے نوجوان فریاد کہاں کریں گے جب نام نہاد فیئر ٹرائل بل کے نام پر ظلم کا قانونی کوڑا ایجنسیوں کو مزید تھما دیا گیا؟

صیاد تری صیادی کی اب داد بھی کوئی کیا دے گا
سامانِ ہزار آزار کیا اور بند لبِ گفتار کیا!

تاہم مالک یوم الدین کا روزِ جزا تو باقی ہے۔!

دعائے صحت

حلقہ کراچی شمالی سرجانی ٹاؤن کے رفیق جناب عبدالرؤف، روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ رفقاء و احباب سے اپیل کی جاتی ہے کہ ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

سامانِ ہزار آزار

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ملک کو عدمِ استحکام کی طرف دھکیلنے کے لیے سازش در سازش کا سلسلہ جاری ہے۔ این آر او شدہ حکومت کے ہاتھوں ملک دشمن قوتوں اور امریکہ کو فری ہینڈ ملا رہا۔ قانون، آئین کی دھجیاں اڑیں۔ دونوں ہاتھوں سے ملک کے رہے سہے وسائل کو لوٹا گیا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ملک بھر میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اب جاتے جاتے فرقہ واریت کی افراتفری کھڑی کرنے کے لیے پے در پے دو واقعات ایسے ہوئے ہیں جو بہت سے سوالات کو جنم دیتے ہیں۔ اتنی بڑی کارروائی ہو گئی، یہ داخلی سرپرستی یا کم از کم چشم پوشی کے بغیر ممکن نہیں۔ ملک بھر میں کہیں بھی تباہی پھیلا دو اور دو چار نام، تحریک طالبان، لشکر جھنگوی نوعیت کے ہیں جن کے ذمے ڈال دو۔ دھرنوں، جنازوں، مذمتوں، ملامتوں کے طوفان میں حقائق کون تلاش کرے گا۔ جذبات کے شدید ابال میں حقیقی تجزیے پیش کرنا بھی ممکن نہ رہے۔ یک طرف پراپیگنڈا کر کے اسے فرقہ واریت کے کھاتے میں ڈال کر لگے ہاتھوں کراچی میں علماء اور مدارس کے طلبہ پر ہاتھ صاف کرنے والی پسِ پردہ طاقتیں کوئی اور ہیں۔ بلوچستان میں امریکہ، بھارت کی کارفرمائی انکشاف کا درجہ نہیں رکھتی۔ سب جانتے ہیں کہ ملک میں خانہ جنگی کے حالات پیدا کرنا، اسے ناکام ریاست بنا کر دم لینا دشمنوں کی ترجیحِ اوّل ہے۔ اسی ذریعے سے پاکستان کو اس کی ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنے کی سازش کامیاب ہو سکتی ہے۔ عراق میں امریکہ فرقہ واریت کا کارڈ نہایت چابکدستی سے استعمال کر چکا ہے۔ عین اسی نوعیت کے قتلِ عام وہاں طرفین کے کرنے کے بعد شیعہ سنی تنازعے کی آگ بھڑکائی گئی۔ کراچی میں اندھادھند جید علماء کو شہید کرنے کے باوجود جس صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا گیا۔ دن رات لاشیں اٹھانے کے باوجود نہ گھیراؤ جلاؤ ہوا نہ ملک کو تعطل کی طرف دھکیلا گیا۔ اس برداشت نے حالات کو بگڑنے سے بچا رکھا ہے ورنہ مدارس کی تعداد اور طلبہ کی طاقت سے کون واقف نہیں۔ یہ امر لائقِ تحسین ہے کہ ملک کے تحفظ اور سلامتی کی خاطر اس حد تک انہوں نے ضبط کا مظاہرہ کیا۔ ورنہ ان دو پے در پے واقعات کے نتیجے میں جس طرح پورا ملک مفلوج ہو کر رہ گیا، دشمن قوتوں کے مقاصد عین یہی ہیں کہ دھرنوں کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ یہ ساری بلائیں، لاشوں کے انبار، خون کی ندیاں امریکی جنگ ہی کا شاخسانہ ہے۔ امریکہ جب تک خطے سے اور ہمارے حکمرانوں کے دل، جگر، پیٹ سے نہیں نکلے گا یہ بیماریاں جسدِ قومی کو لاحق رہیں گی اور آپ اس کے سوا کیا کہیں گے کہ

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں!

ان حادثوں کی آڑ میں، جذباتی فضا کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، دہشت گردی کے ڈھنڈورے تلے، حد درجہ متنازع 'کھلی چھٹی بل'۔ فیئر ٹرائل کے نام پر اچانک، عجلت میں جاتی اسمبلی سے منظور کروالیا گیا۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس پر شدید اعتراضات کیے تھے۔ اسے شہری آزادی اور عوام کی نجی زندگی پر شب خون مارنے کے مترادف قرار دیا تھا۔ ہمارا مسئلہ قوانین کی ضرورت کا نہیں انصاف کی ضرورت کا ہے۔ کراچی، بلوچستان کا مسئلہ قانون کی عدم موجودگی کا نہیں، چاہ کی کمی (Lack of will) کا ہے۔ ایک پورے طبقے کا ماورائے قانون، ماورائے عدالت، ماورائے دستور، بالا سے بالاتر ہونے کا ہے۔ اجمل پہاڑی کی مانند محفوظ پہاڑی پر جا چڑھنے کا ہے۔ قوانین شرفاء، بیکسوں کی کمر پر برسانے کے لیے ہیں۔ استحقاق تمام تر بالاتر طبقے کے، استثنا ساری ان کو حاصل، غریب و بے نوا، کم اثر کامران فیصل بن جائے یا بوری بند لاش یا عقوبت خانے کا لقمۂ تر۔ ایسے میں جہاں پورا نظام پہلے ہی ظلم سے اٹا پڑا ہے، نیا قانون فرد کا رہا سہا تحفظ بھی چھین لے گا۔ ایجنسیوں کو کھلی چھٹی، فری ہینڈ دے کر کسی شخص کو صفائی کا موقع دیئے بغیر یک طرفہ سزا دے ڈالنے کا موجب ہو گا۔ یہ بل ان حالات میں پاس کیا جا رہا ہے جب پشاور ہائی کورٹ بوری بند لاشوں کے مقدمے، ماورائے عدالت اغوا، حبس بیجا اور قتل کے مقدمات سے نمٹتے نمٹتے ہانپ گئی ہے۔ اس پر مستزاد راولپنڈی کٹاریاں میں ماورائے قانون ایجنسیوں اور پولیس کی مشترکہ کارروائی کے تحت گھر میں گھس کر دو نوجوان بھائیوں کے قتل کا واقعہ ہے۔ بعد ازاں اسے ناقص معلومات کی بنیاد پر ہونے والی کارروائی کہہ دیا گیا۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری! چار بچے یکا یک یتیم کر دیے۔ ایک خاندان پر قیامت، قانون نافذ کرنے والوں کے ہاتھوں توڑی گئی۔ اب انہی ہاتھوں کو آپ گولیاں برسانے کا بلینک چیک اس بل کی صورت میں دے رہے ہیں؟ عوامی نمائندے، عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے ووٹ لے کر ان کرسیوں پر ایستادہ ہوتے ہیں یا خیبر تا بلوچستان نہنگوں کے ہاتھوں زندگیاں کھونے کے کاروبار کا حصہ بننے کے لیے؟ عدمِ انصاف، جائز حقوق سے محرومی اور ظلم نے تو ملک کو یہ دن دکھائے ہیں۔ شہری آزادیوں کو ان اداروں کے ہاتھ گروی رکھ کر ٹیلی فون، ای میل، ایس ایم ایس اور ہائی ٹیک جاسوسی کی کھلی چھٹی، بذاتِ خود ریاستی دہشت گردی کا آلہ بنے گی۔ دنیا کا کونسا ضابطۂ اخلاق و حقوق اس کی اجازت دے سکتا ہے؟ سیدنا عمرؓ کا واقعہ دیکھیے: رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک گزرا اور دیوار پر چڑھ گئے۔ وہاں شراب بھی موجود تھی اور ایک عورت بھی۔ سیدنا عمرؓ نے پکار کر کہا: ''اے دشمنِ خدا، کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا؟ اس نے جواب دیا۔ امیر المومنین جلدی نہ کیجیے۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں۔ اللہ نے تجسس سے منع کیا تھا اور آپ نے تجسس کیا۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار چڑھ کر آئے۔

(باقی: صفحہ 6 پر)

دیانت دار قیادت ہی ملک کو مسائل سے نکال سکتی ہے۔اعجاز چودھری

قائداعظم پاکستان میں قرآن کا نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔مولانا امجد خان

مغربی نظام جمہوریت کی موجودگی میں دین کا غلبہ ممکن نہیں۔اوریا مقبول جان

نظام خلافت کے قیام میں اُمت کی بقا اور پاکستان کا استحکام مضمر ہے۔انجینئر مختار فاروقی

انتخابات کا میدان لٹیروں اور جاگیرداروں کے لیے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔فرید احمد پراچہ

اسلام میں قومیت کی بنیاد دین اور مذہب ہے جغرافیہ نہیں۔ایوب بیگ مرزا

دینی جماعتیں نفاذِ شریعت کے لیے پُرامن عوامی تحریک چلائیں تو انہیں ضرور کامیابی ہوگی۔حافظ عاکف سعید

تحریک خلافت پاکستان کے زیرِ اہتمام 3 مارچ 2013ء کو منعقدہ مباحثہ

’’پاکستان کی منزل: اسلام کا نظام عدل اجتماعی ...... مگر کیسے؟‘‘

کی روداد

رپورٹ: وسیم احمد

پاکستانی عوام کی اکثریت ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی خواہش مند ہے۔ پاکستان ہندو کی معاشی غلامی کے خوف سے نہیں بلکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے معرضِ وجود میں آیا۔ ان خیالات کا اظہار تحریک خلافت پاکستان کے زیرِ اہتمام قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں ’’پاکستان کی منزل: اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی...... مگر کیسے؟‘‘ کے موضوع پر منعقدہ مباحثہ میں **حافظ عاکف سعید** امیر تنظیم اسلامی نے کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ قراردادِ مقاصد کی منظوری نے پاکستان کی منزل کا تعین کر دیا تھا لیکن اس پر عمل درآمد نہ ہونے کے باعث آج ہم عذابِ الٰہی کی زد میں ہیں۔ ملک میں نفاذِ اسلام نہ کرنے کے جرم کی پاداش میں ملک دولخت ہوا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں اسلامی نظام نافذ نہ کرنے میں اگرچہ پوری قوم برابر کی شریک ہے لیکن ان دینی جماعتوں کا حصہ زیادہ ہے جو ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے قائم ہوئیں۔ انھوں نے کہا کہ دینی طبقات نے جب بھی متحد ہو کر تحریک چلائی انھیں کامیابی ملی۔ اگر وہ نفاذِ شریعت کے لیے بھی پُر امن عوامی تحریک کا راستہ اختیار کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ منزل سر نہ ہو سکے۔ انھوں نے کہا کہ ملک کی 65 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انتخابات کے راستے سے ملک میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

تحریک انصاف کے رہنما **اعجاز چودھری** نے کہا کہ پاکستان کے مسائل کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اقتدار پر وہ لوگ قابض رہے ہیں جو یہاں اسلامی نظام کے حامی نہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک انصاف قائداعظم اور اقبال کے فرمودات کی روشنی میں پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کی آرزو مند ہے۔ ہم دیانتدار قیادت کو سامنے لا کر ملک سے کرپشن کے خاتمہ، ٹیکسوں کی بلا امتیاز وصولی، قانون کی حکمرانی اور یکساں نظامِ تعلیم کے ذریعے عدلِ اجتماعی کی منزل کے حصول کو یقینی بنائیں گے۔

جمعیت علماء اسلام کے راہنما **مولانا امجد خان** نے کہا کہ خلافت کا نظام ہی اصل جمہوریت کا آئینہ دار ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ سے روگردانی کے باعث یہ ملک مسائلستان بن کر رہ گیا۔ علماء پر قیامِ پاکستان کی مخالفت کا الزام درست نہیں۔ کیونکہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی محمد حسنؒ، مفتی محمد شفیعؒ جیسے عظیم اکابر نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی تھی۔ اُنھوں نے کہا کہ سیکولر طبقات قائداعظم کے حوالے سے کنفیوژن پیدا کر کے پاکستان کو منزل سے دور کرنا چاہتے ہیں جبکہ قائداعظم کی تقاریر شاہد ہیں کہ وہ پاکستان میں قرآن کا نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔

معروف دانشور اور کالم نگار **اوریا مقبول جان** نے کہا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے علماء اور دینی جماعتیں متحد ہو کر پریشر گروپ بنائیں۔ مغربی میڈیا نظام جمہوریت کا آلہ کار ہے۔ جمہوریت میں کروڑوں خرچ کیے بغیر الیکشن نہیں جیتا جا سکتا۔ کیا جمہوریت سے قبل اس دنیا کا نظام نہیں چل رہا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ انقلاب عوامی طاقت سے برپا ہوتا ہے اور لیڈر شپ انقلاب کی لہروں پر سوار ہو کر آتی ہے۔ مغربی نظام جمہوریت کی موجودگی میں دین کا غلبہ ممکن نہیں۔

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان **انجینئر مختار فاروقی** نے کہا کہ دور خلافت راشدہ تاریخ اسلام کا سنہری دور ہے۔ پاکستان کی بقا کا انحصار نظام خلافت کے قیام میں ہے۔ بانیان پاکستان کے پیش نظر بھی پاکستان کو اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا حامل ملک بنانا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالٰہ الااللہ کا نعرہ نظام خلافت ہی کے قیام کا عکاس تھا۔ نظام خلافت کی قیام میں امت کی بقا اور پاکستان کا استحکام مضمر ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعتِ اسلامی **ڈاکٹر فرید احمد پراچہ** نے کہا کہ منزل زیادہ دور نہیں، پاکستان اسلام کا قلعہ بن کر رہے گا۔ جماعت اسلامی نے قیام پاکستان کی مخالفت نہیں کی بلکہ تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا۔ مولانا مودودی نے قیام پاکستان کے بعد اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی وضاحت کے لیے ریڈیو پاکستان پر تقاریر کیں۔ اُنھوں نے کہا کہ قائداعظم کی جیب کے کھوٹے سکوں نے اس ملک کو اس کی اصل منزل سے ہمکنار نہیں ہونے دیا۔ اُنھوں نے کہا کہ مغربی جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام کی محافظ ہے لیکن دینی جماعتوں کو انتخابات کا میدان جاگیرداروں اور لیٹروں کے لیے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ دینی جماعتوں کا اصل کام دعوت کے ذریعے عوام کے ذہن سازی کر کے دیانتدار قیادت کو اقتدار تک لانے کی راہ ہموار کرنا ہے۔ پاکستان میں انتخابی پروسیس چلتا رہے تو مصر اور ترکی کی طرح دینی طبقات جلد اس منزل کو حاصل کر لیں گے۔

ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی **مرزا ایوب بیگ** نے اِس مباحثے کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اُنہوں نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اِس اٹل اور بدیہی حقیقت سے انکار ممکن نہیں البتہ بعض سیکولر عناصر انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس حقیقت کا منہ چڑاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دوقومی نظریہ کی اصطلاح اس کے سوا کیا معنی رکھتی ہے کہ برصغیر کی غیر مسلم آبادی جغرافیہ کو قومیت کی بنیاد سمجھتی تھی یعنی ہندوستان میں رہنے والے افراد کی قومیت ہندوستانی ہو گی جبکہ مسلمان زمین یا جغرافیہ کو قومیت کی بنیاد نہیں سمجھتے تھے وہ دین اور مذہب کو قومیت کی بنیاد قرار دیتے تھے اِس نظریہ کو تسلیم کیا گیا اور ایک ہزار میل کے جغرافیائی فصل کے باوجود بنگال اور مغربی پاکستان ایک ریاست قرار پائے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر اِس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ پاکستان ہندو کے معاشی اور سیاسی استحصال سے بچ رہنے کے لیے وجود میں لایا گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ جس قوم کو یہ خدشہ لاحق تھا اُس کا مذہب کیا تھا ظاہر ہے اسلام تب بھی واضح ہو گیا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔

تحریک خلافت کے زیراہتمام منعقدہ مباحثے میں حافظ عاکف سعید، انجینئر مختار فاروقی، ڈاکٹر فرید پراچہ، مولانا امجد خان، اوریا مقبول جان، اعجاز چودھری اور مرزا ایوب بیگ خطاب کر رہے ہیں

امام عبداللہ بن مبارکؒ

فرقان دانش

امام عبداللہ بن مبارکؒ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ ان کے والد مبارک بنوحنظلہ کے ایک شخص کے غلام تھے اور اپنے آقا کے نہایت مطیع، اور فرمانبردار تھے اور ان کے باغ میں چوکیداری کرتے تھے۔ مبارک کی شادی اپنے آقا کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ان کی شادی کی تفصیل میں علامہ ابن خلکان اور علامہ عبدالحی بن عماد الحنبلی نے ایک واقعہ کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے آقا نے ان کو شیریں انار توڑ کر لانے کو کہا۔ مبارک نے انار لا کر دیا تو وہ ترش نکلا۔ آقا نے کہا کہ تمہیں شیریں اور ترش انار کی پہچان نہیں ہے۔ مبارک نے جواب دیا کہ میرا کام چوکیداری کرنا ہے اور میں نے کبھی انار کھایا ہی نہیں، مجھے کیا تمیز ہو سکتی ہے کہ شیریں اور ترش کون کون سے ہیں۔ آقا پر مبارک کی اس غیر معمولی دیانتداری اور حق شناسی کا بہت اثر ہوا۔ اس کے بعد مبارک کے آقا نے ان سے کہا کہ میں آج کل ایک الجھن کا شکار ہوں۔ میری ایک لڑکی جوان ہے اور اس کے لیے کئی رشتے آرہے ہیں اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ اس بارے میں مجھے مشورہ دیجئے کہ کیا کروں۔ مبارک نے جواب دیا: ''عہد جاہلیت میں لوگ نسبت میں حسب یعنی عزت، شہرت اور نسب کو تلاش کرتے تھے۔ یہودی مالدار کی تلاش میں رہتے اور عیسائی حسن و جمال کو مدنظر رکھتے، لیکن امت محمدیہؐ کے نزدیک دین وتقویٰ معیار ہے، آپ جس چیز کو چاہیں ترجیح دیں۔'' اس وقت اسلامی معاشرہ میں عہد رسالت کے آثار باقی تھے اور حسب ونسب کے بجائے دین وتقویٰ کو اوّل نمبر پر رکھا جاتا تھا۔ مبارک چونکہ اس حیثیت میں ممتاز تھے، اس لیے ان کے آقا نے اپنی بیوی سے صلاح و مشورہ کے بعد اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اسی لڑکی کے بطن سے 118ھ میں مرو میں پیدا ہوئے، اس لیے ان کو مروزی کہا جاتا ہے اور اس شہر میں اسلام کے جلیل القدر علمائے کرام پیدا ہوئے۔ آپؒ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں ارباب سیر خاموش ہیں، تاہم یہ بات واضح ہے کہ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، اس لیے کہ مرو خراسان کا مشہور شہر تھا اور اس وقت اس کو اچھی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ محدثین کرام اور ائمہ عظام کی کثیر تعداد اس شہر میں موجود تھی، اس لیے ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت مرو میں ہوئی ہے۔ اپنے وطن مرو میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے طلب علم کے لیے مختلف اسلامی شہروں کا سفر کیا۔ آپ نے شام وحجاز، یمن و مصر اور کوفہ و بصرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ کے ماہرین علم وفن سے استفادہ کیا۔ امام نوویؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے ''طلب علم کے لیے عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ سفر کرنے والا ان کے زمانے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ انہوں نے دور دراز شہروں کا سفر کیا مثلاً یمن، مصر، شام، کوفہ، بصرہ وغیرہ۔ حافظ ذہبی نے ابواسامہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے زیادہ کسی کو ملک در ملک گھوم کر علم حاصل کرتے نہیں دیکھا۔''

حافظ شمس الدین ذہبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کی اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ بتائی ہے تاہم ان کے اساتذہ میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالک، ہشام بن عروہ، امام اعمش، سفیان بن ثوری، سفیان بن عینیہ، حماد بن مسلمہ، امام اوزاعی، امام لیث بن سعد اور معمر بن راشد وغیرہ محدثین کرام اور ائمہ عظام کے نام ملتے ہیں۔ ان کے اساتذہ کی طرح ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور ان سے ممالک اسلامیہ کے اتنے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا، تاہم ان کے تلامذہ میں امام احمد بن حنبلؒ ''اسحاق بن راہویہ، سعید قطان، فضیل بن عیاض اور امام ابوداؤد شامل ہیں۔

حدیث ان کا خاص فن تھا اور حدیث کی خاطر آپؒ نے شام، مصر، حجاز اور عراق کے طویل سفر کیے اور اس زمانہ کے جلیل القدر ائمہ حدیث سے استفادہ کیا۔ حدیث سے ان کو خاص شغف تھا۔ خطیب بغدادی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے: ''میں ہر وقت حدیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ کرامؓ کے مطالعہ اور غور و خوض میں لگا رہتا ہوں، گویا ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے بات چیت کرتا ہوں اور ان کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔'' علم حدیث میں ان کا مرتبہ امام حدیث کا تھا۔ حدیث کی متداول کتابوں میں ان کی روایات کی تعداد 31 ہزار بتائی گئی ہے۔ محدثین میں اگر کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف رجوع کیا جاتا۔

فقہ میں بھی ان کو بڑا کمال حاصل تھا۔ ان کی موجودگی میں بڑے بڑے فقہاء مسئلہ بتانے سے احتراز کرتے تھے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ سے کوئی آدمی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آیا۔ آپؒ نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو تو اس نے جواب دیا مشرق (خراسان) سے آیا ہوں۔ آپؒ نے جواب دیا کہ جب آپ کے ہاں عبداللہ بن مبارکؒ موجود ہیں تو پھر یہاں آنے کی ضرورت کیوں پڑی۔ حافظ ذہبی، حافظ نووی، حافظ ابن عسقلانی اور علامہ ابن العماد الحنبلیؒ نے آپ کو فقیہ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حدیث و فقہ کے ساتھ تفسیر، سیر و تاریخ، اسماء الرجال، نحو، بلاغت، ادب ولغت، شعر، فصاحت تمام اصناف علم میں علمی کمالات کے جامع تھے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ''ان کے بارے میں ارباب سیر اور محدثین عظام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ علم و فقہ، ادب ونحو، لغت و شاعری، عربی ادب اور فصاحت کے جامع تھے۔''

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ عبادت و ریاضت، زہد وتقویٰ اور عادات و اخلاق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

نمونہ تھے۔ صحابہ کرام ؓ کے بارے میں سب سے بڑی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ رات مصلیٰ پر ہوتے تھے اور دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر۔ حضرت ابن مبارکؒ اس خصوصیت کی تصویر تھے۔ اخلاق و عادات میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ مہمان نواز، ادب و حسن و معاشرت میں نمونہ تھے۔ حضرت ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہادری، سخاوت، تجارت، زہد و تقویٰ، خوشی، قیام اللیل، عبادت، حج، غزوہ، شہسواری، شجاعت، تندرستی، وتومندی، فضول اور لغو باتوں سے اجتناب، اپنے ساتھیوں سے اختلاف کم کرنا، ان تمام صفات کے جامع نمونہ تھے۔''

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت زیادہ سخی تھے۔ علمائے کرام اور وہ طلباء جو دینی علوم حاصل کرتے تھے ان کی بہت امداد کرتے تھے اور ایسے علماء وطلبہ کی تلاش کرتے تھے جن کی معاشی حالت اچھی نہیں ہوتی تھی۔

تواضع وخاکساری میں بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا شمار ایک امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: ''اس علم وفضل، زہد وتقویٰ، فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع وخاکساری اس قدر تھی کہ وہ اپنی رفتار وگفتار، نشست وبرخاست کسی چیز سے اپنی امتیازی حیثیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ مرو میں ان کے پاس اچھا خاصا کشادہ مکان تھا جہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ آپؒ کو یہ عقیدت مندی ناپسند تھی، اس لیے وہاں سے کوفہ چلے آئے اور ایک نہایت ہی تنگ وتاریک مکان میں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زندگی کا کوئی لمحہ دعوت و تبلیغ، اقامت دین کے لیے جدوجہد، اصلاح حال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ صرف صاحب علم وفضل ہی نہ تھے بلکہ بہت شجاع اور فن سپہ گری میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ''ایک وقت میں وہ مجلس درس پر رونق افروز نظر آتے تو دوسرے وقت میں ارشاد واصلاح کی مسند پر متمکن دکھائی دیتے اور تیسرے وقت میں میدان جہاد میں معرکہ آرا ہوتے۔ انہوں نے سال کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ تجارت کے لیے، دوسرا درس و تدریس کے لیے اور تیسرا حصہ جہاد اور حج کے لیے۔''

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زندگی میں مجاہدانہ رنگ غالب تھا۔ تاہم آپؒ نے علم وفن کی طرف توجہ کی اور جو کتابیں آپ نے یادگار چھوڑی ہیں وہ ان کے علم وفضل پر شاہد ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ایک تصنیف کتاب الذہب کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ آپؒ صاحب التصانیف النافعہ ہیں (بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں) مگر علامہ ابن ندیم نے آپ کی پانچ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ (1) کتاب السنن، (2) کتاب التفسیر، (3) کتاب التاریخ، (4) کتاب الزہد، (5) کتاب البر والصلۃ۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی اثنائے سفر میں طبیعت خراب ہوئی اور 63 سال کی عمر میں 13 رمضان المبارک 181ھ مقام ہیت ان کا انتقال ہوا۔ (ہیت دریائے فرات کے ساحل پر واقع ہے)۔ وفات گو وطن سے سینکڑوں میل دور ہوئی مگر مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنازہ میں پورا شہر ہیت شامل ہوا۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''مسجد فاطمہ، جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد'' میں

مبتدی تربیتی کورس

17 تا 23 مارچ 2013ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

22 تا 24 مارچ 2013ء (بروز جمعہ نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

''مسجد جامع القرآن مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں

مبتدی تربیتی کورس

24 تا 30 مارچ 2013ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء وامراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

29 تا 31 مارچ 2013ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

رابطہ سرگودھا: 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0332-4178275

گوادر پورٹ اور گیس پائپ لائن معاہدہ

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

مہمان گرامی: جناب ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
میزبان: وسیم احمد

سوال: موجودہ حکومت اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں دو بڑے کام یعنی گوادر بندرگاہ کو چائنہ کے حوالے کرنا اور پاک ایران گیس پائپ لائن معاہدے کو Finalize کرنے جا رہی ہے۔ انھوں نے یہ دونوں انتہائی اہم کام اتنے دیر سے کیوں کیے، آپ کے خیال میں ان کی نیت کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پیپلز پارٹی کی گزشتہ 5 سالہ مایوس کن کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اگر حکومت کے اِن دو بڑے کاموں کو دیکھا جائے تو یہ موجودہ حکومت کے انتہائی تحسین آمیز کارنامے ہیں۔ ان کے یہ دونوں اقدامات نہایت جرأت مندانہ ہیں۔ ہم اِن منصوبوں کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ ہم امریکہ کی وفادار حکومت سے یہ بالکل اُمید نہیں رکھتے تھے کہ وہ اس قسم کے مثبت اقدامات کرے گی۔ میرے نزدیک یہ وہ فیصلے ہیں جو کسی ڈکٹیٹر کے لیے بھی انتہائی مشکل فیصلے ہیں لیکن موجودہ حکومت نے جو یہ کارنامہ کر دکھایا ہے یہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ حکومت نے گوادر پورٹ کو سنگاپور پورٹ اتھارٹی سے واپس لے کر چین کو لیز پر دے دیا ہے۔ موجودہ حکومت کا دوسرا بڑا کارنامہ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ ہے۔ اگرچہ یہ منصوبہ ابھی اپنی حتمی شکل میں منظر عام پر نہیں آیا ہے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ امریکی پریشر ہے۔ کیونکہ امریکہ نے تمام ممالک کی حکومتوں کو ایران کے ساتھ کسی بھی قسم کے تجارتی معاہدے کرنے پر خوفناک نتائج کی دھمکیاں دی ہیں۔ اس لحاظ سے پاکستان کا ایران کے ساتھ اس نوعیت کا تجارتی معاہدہ نہایت جرأت مندانہ اقدام ہے۔ اگرچہ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ کے معاہدے پر صدر پاکستان نے 27 فروری کو ایران جا کر دستخط کرنا تھے مگر تا حال ایسا ابھی ممکن نہیں ہوا ہے۔ لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ 11 مارچ کو اس منصوبہ پر دونوں ممالک کے سربراہان دستخط کر دیں گے۔ فی الحال دستخط نہ کرنے کی بڑی وجہ دونوں ممالک کے درمیان گیس کی قیمت کے معاملے پر کچھ تحفظات بتائے جا رہے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک قیمت کا صرف بہانہ ہے درحقیقت یہ امریکی دھمکی کا ردّعمل ہے جو کہ گیس کی قیمت کے تعین کی صورت میں ہمیں نظر آ رہا ہے۔ گیس کی ہمارے ملک کو اس وقت شدید ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں انرجی کا شاٹ فال 5000 میگا واٹ سے بڑھ چکا ہے جس کی وجہ سے پاکستان سے انڈسٹری بیرونِ ملک شفٹ ہو رہی ہیں ہمارے ملک کی ٹیکسٹائل انڈسٹری اس وقت تیزی کے ساتھ بنگلہ دیش منتقل ہو رہی ہے۔ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکومت نے اپنے آخری وقت اس قسم کے اقدامات کیوں کیے؟ میرے نزدیک اس کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امریکہ کی جانب سے اس حوالے سے اب جو پریشر آئے گا وہ زرداری حکومت کی بجائے اگلی آنے والی حکومت پر پڑے گا۔ کیونکہ موجودہ حکومت کے اب دِن تھوڑے رہ گئے ہیں لہٰذا اس معاہدے پر جو بھی امریکی Repercussions ہوں گے وہ آئندہ آنے والی حکومت کو سامنا کرنا پڑیں گے۔ دوسری بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ کیونکہ یہ دونوں منصوبے خارجی سطح کے منصوبے ہیں اور انتخابات کے حوالے سے اِن دونوں معاملوں میں پنجاب نہایت حساس صوبہ ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک انتخابات میں پنجاب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے اقدامات کیے گئے ہیں لیکن اِن تمام باتوں سے قطع نظر ہم حکومت کے اِن اقدامات کو نہایت تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو کہ حکومت نے ملکی مفادات کے حوالے سے کیے ہیں۔

سوال: بندرگاہیں ہمیشہ ملک کی تعمیر وترقی میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں حکومت پاکستان نے اس نیچرل بندرگاہ کو گزشتہ 65 سالوں میں تعمیر کیوں نہیں کیا اور گوادر کو محض مچھلیاں پکڑنے والا چھوٹا سا گاؤں کیوں رہنے دیا یہ بھی فرمائیے کہ اگر یہ بندرگاہ Fully Operate ہو جائے تو کس کس ملک کو اِس بندرگاہ کے پورے طور پر آپریٹ ہونے سے فائدہ ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کے سوال کی تھوڑی سی تصحیح کر دوں کہ گوادر پورٹ 65 سال سے ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ فیروز خان نون صاحب کے دور میں یہ ہمیں ملی تھی۔ بہرحال گزشتہ نصف صدی سے ہم اسے تعمیر نہیں کر سکے یہ ہماری ناکامی ہے۔ 1964ء میں حکومت پاکستان نے اسے بندرگاہ کی حیثیت دی اور اسی حوالے سے اس پر بہت آہستہ آہستہ بلکہ نہ ہونے کے برابر کام کا آغاز کیا۔ لیکن پرویز مشرف نے اپنے دورِ حکومت میں باقاعدہ طور پر اس منصوبے پر کام کا آغاز کیا اور چائنہ نے اس منصوبے پر 250 ملین ڈالر کی ابتدائی سرمایہ کاری کی جو کہ کل سرمایہ کاری کا 95 فیصد بنتا ہے۔ خیال یہ کیا جا رہا تھا کہ چائنہ سے بندرگاہ تعمیر کروانے کے بعد اسے چائنہ ہی کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایک تو پاکستان امریکہ کی وجہ سے چائنہ کو بندرگاہ دینے سے گھبرا رہا تھا اور دوسری طرف چائنہ بھی بندرگاہ لینے کے حوالے سے شش و پنج کا شکار تھا کیونکہ چائنہ امریکہ کے سامنے کھل کر آنے سے اجتناب کر رہا تھا۔ لہٰذا یہ بندرگاہ سنگاپور پورٹ اتھارٹی کو 50 سال کی لیز پر دے دی گئی۔ سب جانتے ہیں کہ اس سنگاپور پورٹ اتھارٹی کے پس پردہ ایک امریکی کمپنی ہی کام کر رہی تھی۔ اس لیے یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ گوادر پورٹ کو بالآخر امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن گزشتہ پانچ سالوں میں اس امریکہ نواز کمپنی نے انتہائی سست روی سے کام کیا۔ درحقیقت امریکہ کا سنگاپور پورٹ اتھارٹی کو گوادر پورٹ کا ٹھیکہ دلوانے کا مقصد ہی یہی تھا کہ پاکستان اس پورٹ سے کسی بھی قسم کا معاشی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ لہٰذا گزشتہ 5 سالوں میں یہ بندرگاہ مکمل طور پر چلنے کے قابل نہ بنائی جا سکی۔ ایک لحاظ سے سنگاپور پورٹ اتھارٹی نے اپنے معاہدے کی مکمل خلاف ورزی کی کیونکہ معاہدے کی رو سے سنگاپور پورٹ اتھارٹی نے گوادر بندرگاہ کو مکمل طور پر کام کرنے کے قابل بنانا تھا جو وہ نہ بنا سکی۔ لہٰذا حکومتی کابینہ نے جنوری میں یہ فیصلہ کیا کہ اس پورٹ کو چائنہ کے حوالے کر دیا جائے تا کہ اس پر جلد از جلد کام شروع ہو سکے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کن کن ممالک کو گوادر بندرگاہ کا فائدہ حاصل ہوگا تو میرے نزدیک تمام دُنیا کو اس کا فائدہ حاصل ہوگا۔ بالخصوص اس بندرگاہ کے نزدیک کے

ممالک کو اس سے زیادہ فوائد حاصل ہوں گے۔ تاجکستان، ترکمانستان اور ازبکستان کو اس پورٹ سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے۔ کیونکہ یہ تینوں ریاستیں (Land Lock) ریاستیں ہیں اِن ریاستوں کو کہیں سے بھی سمندر نہیں لگتا۔ انھیں معاشی اور تجارتی مقاصد کے لیے سمندر کے حوالے سے کافی دور سے رابطہ کرنا پڑتا تھا۔ گوادر بندرگاہ ان ممالک کو نہایت نزدیک پڑتی ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں ان ممالک کی اشیاء کراچی بندرگاہ آتی ہیں پھر براستہ افغانستان سینٹرل ایشیا تک پہنچایا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت افغانستان میں جنگ کی صورتِ حال جو کہ تجارتی حوالے سے انتہائی غیر محفوظ صورتِ حال ہے۔ اس حوالے سے گوادر بندرگاہ نہ صرف ان ممالک کے لیے بلکہ پاکستان کے لیے بھی انتہائی فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اگر دوبئی کو دیکھا جائے تو اس کے پاس صرف ایک بندرگاہ کے علاوہ اور کیا ہے۔ اس بندرگاہ کو انھوں نے فری اکنامک زون بنا دیا ہے جس کی وجہ سے دنیا بھر کی تجارت وہاں عروج پر ہے۔ گوادر پورٹ کو چائنہ کے حوالے کرنے کے علاوہ حکومت نے بڑا اچھا کام یہ کیا ہے کہ اس بندرگاہ کو مکمل طور پر ڈیوٹی فری پورٹ بنا دیا ہے جس کی وجہ سے دُنیا کے بہت سے ممالک کی جانب سے اس علاقے میں ہوٹل، پلازے، ریسٹورنٹ اور تفریح گاہیں بنانے کے لیے بہت سی آفر آ گئی ہیں۔ اس حوالے سے پاکستان کو معاشی اعتبار سے ان شاء اللہ تعالیٰ حیاتِ نو مل جائے گی۔ اسی طرح اگر پاکستان میں امن و امان کا معاملہ درست ہوجائے تو ان شاء اللہ پاکستان میں معیشت بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گی۔

سوال : چین اُس وقت گوادر میں غیر معمولی دلچسپی لے رہا ہے کیا اِس کے پیشِ نظر صرف اقتصادی مفاد ہے یا عسکری اور فوجی مفادات بھی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کچھ شک نہیں کہ چائنہ اس بندرگاہ میں نہایت دلچسپی لے رہا ہے اور اس حوالے سے وہ یہاں ریلوے ٹریک اور سڑکیں بھی بنا رہا ہے۔ چائنہ آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اور وہ تقریباً ہمارے ساتھ ہی آزاد ہوا تھا۔ لیکن معاشی ترقی کی بدولت معیشت کے جن کا رُوپ دھار چکا ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ آج امریکہ چائنہ کا مقروض ہے۔ چائنہ میں اس وقت سب سے زیادہ صنعتیں کام کر رہی ہیں لہٰذا صنعتوں کے حوالے سے چائنہ کو خام مال کی درآمد کی اشد ضرورت رہتی ہے۔ دوسری جانب توانائی کے حوالے سے چائنہ میں تیل نہ ہونے کے برابر ہے جس کے لیے اُسے خلیجی ممالک سے تیل درآمد کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے چائنہ کو ایران کی بندرگاہ کی ضرورت رہتی ہے۔ دوسری جانب چین کو اس بات کا بھی خطرہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں یہ بندرگاہ بین الاقوامی پابندیوں کا شکار نہ ہو جائے۔ لہٰذا چائنہ اسی نقطۂ نظر کے تحت گوادر بندرگاہ میں زیادہ دلچسپی دکھا رہا ہے۔ اس وقت ایران کی بندرگاہ آبنائے ہرمز سے روزانہ 20 ملین بیرل تیل یومیہ گزرتا ہے اس راستے سے چین تک بحری جہاز کو پہنچنے کے لیے 2 سے 3 ماہ لگتے ہیں۔ چائنہ کے صوبے سنکیانگ کا آبنائے ہرمز تک کا فاصلہ 16000 کلو میٹر ہے۔ جبکہ سنکیانگ اور گوادر پورٹ کا فاصلہ 2500 کلو میٹر ہے۔ دنیا کا یہ اُصول ہے جو راستہ کم ہوگا وہ سستا بھی ہوگا اور محفوظ بھی ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ وقت بھی بچے گا۔ لہٰذا چائنہ کے لیے گوادر بندرگاہ بہت بڑی نعمت سے کم نہیں ہے۔ اس حوالے سے چائنہ کو بہت صنعتی فائدہ حاصل ہوگا۔ امریکہ چائنہ کا صنعتی اور عسکری لحاظ سے بھی محاصرہ کرنا چاہتا ہے۔ اس حوالے سے امریکہ کا اس خطے میں چائنہ کے خلاف سب سے بڑا حلیف بھارت ہے۔ ابھی تک چائنہ نے بھارت سے کوئی بڑا جھگڑا مول تو نہیں لیا ہے مگر امریکہ چائنہ کے گرد حصار باندھ رہا ہے تو دوسری طرف چائنہ بھی انتہائی عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے بھارت کے گرد اپنا حصار مضبوط کر رہا ہے۔ اب چائنہ کو گوادر پورٹ مل گئی ہے۔ اسی طرح سری لنکا میں وہ ایک بحری اڈا لے چکا ہے۔ پھر نیپال میں چائنہ اپنا فوجی اڈا بنا چکا ہے یعنی وہ اس خطے میں بھارت کے گرد اپنا ایک مضبوط حصار باندھ رہا ہے۔ گوادر کے حوالے سے میں یہ بتاتا چلوں کہ دہشت گردی کے حوالے سے بھی گوادر پورٹ نہایت محفوظ ہے۔ کیونکہ گوادر پورٹ بھارت سے 400 کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لحاظ بھارت کی جانب سے دہشت گردی کے حوالے سے یہ بندرگاہ نہایت محفوظ ہے۔ اب اگر امریکہ بھارت کے ذریعہ چائنہ سے کوئی جھگڑا مول لیتا ہے تو چائنہ اِن عسکری چھاؤنیوں کے ذریعہ بھارت کو مشکل میں ڈال سکتا ہے۔ بلکہ پاکستان نے تو چائنہ کو گوادر میں نیول بیس بنانے کی بھی مکمل پیش کش کر دی ہے۔ اگر چائنہ کا گوادر میں نیول بیس بن گیا تو معاشی نقطۂ نظر کے علاوہ عسکری لحاظ سے بھی چائنہ کے لیے یہ اقدام نہایت مفید ثابت ہوگا۔

سوال : کون کون سے ممالک اس بندرگاہ کو مکمل طور پر آپریٹ کرنے میں رکاوٹ ہیں ان کا کیا مفاد تھا اور معاہدے کے بعد انہیں کیا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ویسے تو بہت سے ممالک ہیں جو اس منصوبے کے مخالف تھے لیکن ان تمام ممالک کا اصل سرغنہ امریکہ ہی ہے۔ کیونکہ امریکہ نے شروع ہی سے دوستی کے روپ میں پاکستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے اور شروع سے ہی ایسے اقدامات کیے ہیں تاکہ پاکستان معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکے۔ اس میں لازمی طور پر ہمارے اپنے سیاستدان ملوث رہے ہیں کیونکہ ہمارے سیاستدانوں کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے امریکہ کی مکمل پشت پناہی درکار رہتی ہے۔ لہٰذا ہمارے سیاستدان اُن کے کارندوں کی صورت میں اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اِسی لیے امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اس بندرگاہ کو ہمیشہ سے جزوی طور پر استعمال کیا گیا کیونکہ امریکہ جانتا ہے کہ اگر اس بندرگاہ نے مکمل طور پر اپنا کام شروع کر دیا تو پاکستان جنوب مشرقی ایشیا میں (Economic Tiger) کے روپ میں سامنے آ جائے گا۔ گوادر پورٹ کے حوالے سے انتہائی افسوس کے ساتھ آپ کو بتاتا چلوں کہ ہمارے اسلامی برادر ممالک جن میں دوبئی اور UAE کا نام سرفہرست ہے۔ ISI کی رپورٹس کے مطابق ان ممالک نے گوادر پورٹ منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے بلوچستان میں موجود علیحدگی پسند تنظیموں کو باقاعدہ اسلحہ اور روپے تقسیم کیے ہیں۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے۔ اگر اسلامی نقطۂ نظر کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات آج کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ وطنیت اور قوم پرستی آج ہمارا ایمان بن چکی ہے۔ ہر شخص اپنے وطن کی پوجا کر رہا ہے اپنے وطن کی عبادت کر رہا ہے جو دوسرے انسانوں کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہے اسی لیے اسلام اس چیز کی سختی سے مخالفت کرتا ہے جب آپ دوسرے ممالک کے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں تو نتیجتاً دنیا میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہو جاتا ہے جو ممالک کے درمیان تباہی و بربادی کا باعث بنتا ہے۔ افغانستان میں امریکہ کیوں آیا ہے کیونکہ افغانستان میں بے انتہا معدنی دولت ہے اسی لیے امریکہ نے جان بوجھ کر افغانستان میں جنگ شروع کر دی تاکہ وہ افغانستان کی معدنی دولت پر ہاتھ صاف کر سکے۔ جس کے نتیجہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اب تک لاکھوں افراد اس لوٹ مار کی جنگ میں لقمہ اجل بن چکے ہیں۔

سوال : گوادر پورٹ کو چین کے حوالے کرنے پر قومی سطح پر خوشی اور اطمینان کا اظہار ہوا ہے لیکن ہمارے ملک کے بڑے لیڈر میاں نواز شریف نے حیران کن طور پر اِسے

نامناسب کہا ہے اور بلوچ عوام کے تحفظات کا ذکر کیا ہے یہ کیا معاملہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا : مجھے ذاتی طور پر نواز شریف کا بیان پڑھ کر دُکھ ہوا جس میں اُنھوں نے کہا ہے کہ بلوچی قوم کو اس معاہدے پر کچھ تحفظات ہیں۔ اوّل تو ابھی تک ایسے کسی بھی قسم کے کوئی تحفظات سامنے نہیں آئے ہیں۔ اگر کچھ تحفظات ہوں بھی تو اس صورت میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا یہ فیصلہ ملکی مفاد میں ہے یا نہیں؟ اگر اس قسم کے فیصلے سے ملک کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو پھر ہر قسم کے تحفظات کو رد کر دینا چاہیے جو کہ ملکی ترقی میں رکاوٹ بن رہے ہوں۔ نواز شریف سے امریکی سینیٹر کی ملاقات اور پھر اسی روز نواز شریف کا گوادر پورٹ کے حوالے سے ایسا بیان دینا جس پر تمام قوم متفق ہو پوری قوم کے لیے انتہائی تکلیف کا باعث بنا ہے۔ اگر اس بیان کے ذریعہ نواز شریف نے امریکہ کو خوش کیا ہے تو یہ ہمارے لیے مزید تکلیف دہ ہے۔ گوادر پیپلز پارٹی کی بجائے پاکستان کا ہے۔ اس لیے ہمیں پاکستان کی ترقی کے حوالے سے سوچنا چاہیے۔ میں نواز شریف کو صوبائی لیڈر کی بجائے ایک قومی سطح کا لیڈر تسلیم کرتا ہوں کیونکہ پاکستان کے ہر صوبے میں اُن کی ایک نہایت مضبوط پوزیشن ہے اس لیے نواز شریف کو واقعتاً قومی لیڈر بن کر سامنے آنا چاہیے تھا۔ اس حوالے سے نواز شریف نے اپنی ساخت اور امیج کو خود اپنے ہاتھوں نقصان پہنچایا ہے۔ اگرچہ اپنے اس بیان کی انھوں نے تردید بھی کی ہے۔ لیکن یہ تردید بالکل برائے نام ہے۔ اس حوالے سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ اگر آنے والے دنوں میں وہ ملک کے ایک ذمہ دار لیڈر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں تو پھر دہشت گردی کی جنگ جیسے بڑے مسائل کا کیسے سامنا کریں گے؟ اگر آپ یونہی امریکی پریشر کو قبول کرتے رہے تو پھر نہ تو عوام آپ کی پشت پر رہے گی بلکہ امریکہ بھی اپنی ماضی کی روایت کو دوہراتے ہوئے اپنا مقصد نکل جانے کے بعد آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلتا بنے گا۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتدار دینے والی اصل ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ ملکی مفادات کو مقدم رکھنا چاہیے ہم اپنے لیڈروں سے ایسی ہی توقع رکھتے ہیں۔

سوال : پاک ایران گیس پائپ لائن معاہدے کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں دونوں ممالک کو کیا کوئی غیر معمولی فائدہ ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا : اگر ہماری حکومتیں بدعنوان نہ ہوتیں اور توانائی کے بحران کو حل کرنے کے حوالے سے ہمارے حکمران اتنے نااہل نہ ہوتے تو 5000 میگاواٹ کی شارٹ فال کو ہم اپنے ملک ہی سے پورا کر سکتے تھے۔ لیکن اپنی نااہلی کی وجہ سے آج ہم ایران کے ساتھ معاہدہ کرنے جا رہے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ جس طرح موجودہ حکومت نے گوادر پورٹ والا اچھا کام کیا ہے اسی طرح حکومت پاک ایران پائپ لائن منصوبے کو بھی حتمی شکل دے کر ہی فارغ ہوگی۔ کیونکہ اگر ایران سے ہمیں یہ گیس مل جاتی ہے تو یہ ہماری معیشت اور توانائی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ یقیناً اس سے ایران کو بھی بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ ایران کے پاس اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ایک قدرتی ذریعہ کی صورت میں وافر مقدار میں موجود ہے اور جو کہ اُس کی ملکی ضرورت سے کہیں زیادہ ہے۔ لہٰذا گیس بیچنے سے ایران کی اپنی ملکی معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ شروع میں اس معاہدے کا نام (IIP) تھا یعنی انڈیا ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبہ مگر بعد میں انڈیا اس منصوبے سے نکل گیا تو پھر یہ منصوبہ صرف (IP) رہ گیا۔ یعنی ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبہ۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ بھارت امریکی پریشر کی وجہ سے اس منصوبے سے نکلا ہے لیکن ہندو کیونکہ پکا بنیا ہے اس لیے بھارت امریکہ سے سول ایٹمی ٹیکنالوجی لینے کی شرط پر اس منصوبے سے الگ ہوا ہے۔ پاکستان کو امریکہ نے کسی بھی قسم کی کوئی پُرکشش آفر نہیں کی ہے اس کے باوجود امریکہ پاکستان کو اس منصوبے سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اس بات کا خدشہ اس لیے ہے کہ ہمارے صدر صاحب نے ابھی تک اس معاہدے پر دستخط نہیں کیے ہیں اس لیے کہ اس معاہدے میں امریکہ کی جانب سے مزید روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر اس معاہدے پر دستخط ہو جاتے ہیں تو یہ دونوں ممالک کے لیے نہایت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اس معاہدے کی رُو سے 750 ملین کیوسک فٹ گیس کی قیمت 78 فیصد کروڈ آئل کی قیمت کے برابر رکھی گئی تھی لیکن 2009ء کے اس معاہدے میں یہ بات بھی لکھی گئی تھی کہ جب یہ معاہدہ ہوگا تو پاکستان کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ایران کے ساتھ اس وقت گیس کی قیمت کا ردّ و بدل کر سکتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ حکومت جاتے جاتے اس اہم ملکی کام کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لے گی۔

سوال : پاکستان ایران گیس پائپ لائن دو ہمسایہ ممالک کا معاملہ ہے امریکہ کس حیثیت سے ہزاروں میل دور بیٹھا اِس معاہدے میں ٹانگ اڑا رہا ہے اور پاکستان پر کیوں دباؤ ڈال رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : پاکستان کو جب بھی کسی بھی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہو تو اس شیطانی ٹرائیکا یعنی امریکہ، اسرائیل اور بھارت کو انتہائی تکلیف پہنچتی ہے۔ گوادر پورٹ کے حوالے سے ہی اگر آپ انڈیا کے میڈیا کا کردار دیکھیں تو وہ ایسے چیخ رہا ہے کہ جیسے ہم نے گوادر بھارت سے چھینا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انڈین میڈیا گوادر پورٹ کے خلاف پراپیگنڈا انڈین حکومت کی شہ پر ہی کر رہا ہے۔ اسی طرح اسرائیل یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کا معاشی طور پر خودمختار ہونا ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح امریکہ ہر لحاظ سے پاکستان کو ڈی اسٹیبلائز کرنا چاہتا ہے اور پاکستان کو ایک ایسے ملک کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے جس کے ہاتھ میں ہر وقت کشکول ہو۔ کیونکہ اس وقت ہر چیز پیسہ کے گرد گھومتی ہے۔ اسی لحاظ سے امریکہ اسرائیل اور بھارت نہیں چاہتے کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہوں۔ اگر امریکہ بھارت کو سول ایٹمی ٹیکنالوجی کے بغیر اس منصوبے سے الگ کرتا تو ہم پھر یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ صرف ایران سے دشمنی ہے۔ لیکن پاکستان کو اس قسم کی کسی بھی پیش کش کے بغیر یہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ وہ ایران کے ساتھ طے پانے والے اس معاہدے کو ختم کرے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کا اصل دشمن کون ہے۔ یہی بات ہم ایک عرصہ سے اپنے حکمرانوں کو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے اصل دشمنوں کو پہچانو کبھی تم طالبان کو دہشت گرد کہتے ہو کبھی کسی اور کو دہشت گرد کہتے ہو۔ خدارا اپنے اصل دشمن کو پہچانو۔ آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ کراچی ایئر پورٹ پر مجوزہ امریکی کمپاؤنڈ کی تعمیر کے حوالے سے اگرچہ ہمارے سیکرٹری دفاع کی طرف سے تردید آ گئی ہے کہ یہ خبر غلط ہے۔ خدا کرے کہ یہ خبر غلط ہی ہو کہ امریکہ کراچی ایئر پورٹ پر ایسا کمپاؤنڈ بنانے جا رہا تھا جس میں وہ اپنی فوجوں کو اُتار سکیں گے۔ ہم خلافت فورم کے ذریعہ حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کو ایسے کام سے روکے کیونکہ ایسا اقدام خدانخواستہ پاکستان کی تباہی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ (مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

قارئین: اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ (www.tanzeem.org) پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز (media@tanzeem.org) پر ارسال فرمائیں۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی کوئٹہ شمالی کا ماہانہ تربیتی وتنظیمی اجتماع

3 فروری 2013ء کو تنظیم اسلامی کوئٹہ شمالی کا ماہانہ دعوتی وتنظیمی اجتماع صبح دس بجے حلقے کے آفس میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ مدرس محمد اسحاق (نقیب اسرہ شہباز ٹاؤن) نے سورۃ البقرہ کی آیت 177 کی روشنی میں نیکی کے تصور کو واضح کیا اور جدید اصطلاحات کے ذریعہ معاشرے میں رائج غلط نظریات اور نیکی کے حقیقی تصور کے درمیان فرق کی وضاحت کی۔ اس کے بعد راقم نے ادعیاء مسنونہ کی اہمیت اور چند مسنون دعاؤں کا ترجمہ اور تشریح کی۔ پروگرام کے دوران ایک وقفہ کیا گیا، جس کے بعد ناظم دعوت اقتدار احمد نے اقامت دین کے موضوع پر مذاکرہ کروایا، جس کے ذریعے رفقاء نے نہ صرف اپنی فکر کا اعادہ کیا بلکہ دوسروں کی آراء سے استفادہ بھی کیا۔ پروگرام کے آخر میں حاصل مطالعہ کے ضمن میں ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' کے موضوع کو سوال وجواب کی صورت میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ راقم نے داعیان کی بنیادی غلطیاں دعوت کس کے لیے، دعوت کا مخاطب کون اور دعوت کے موضوع کو واضح کرنے کی بھی کوشش کی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ شرکاء کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین) (مرتب: ذوالقرنین)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام کوئٹہ میں ویلنٹائنز ڈے کے خلاف مہم

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے تحت ویلنٹائنز ڈے کے خلاف آگاہی مہم چلائی گئی۔ اس ضمن میں 13 فروری کارنر میٹنگز کی گئیں۔ اور خاص طور پر دکانداروں اور تاجروں سے ملاقاتیں کی گئیں۔ ان سے اس بات کی استدعا کی گئی کہ معاشرے میں بے حیائی کے رجحان کی حوصلہ شکنی کے لئے ویلنٹائنز ڈے کے کارڈز اور پھول وغیرہ کی خرید وفروخت سے گریز کریں۔ اس کے علاوہ اُن دکانوں کے سامنے مظاہرہ بھی کیا گیا۔

14 فروری کو بھی رفقاء نے ویلنٹائن مخالف سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اس ضمن میں پریس کلب اور سرینا ہوٹل (جہاں ویلنٹائنز ڈے کی تقریبات جاری تھیں) کے سامنے مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے شرکاء نے اس دن کے منانے کو کفار کی مشابہت اختیار کرنے کے مترادف قرار دیا۔ مزید برآں یہ اجاگر کیا کہ یہ دن معاشرے میں بے حیائی کے فروغ کا ذریعہ بھی ہے۔ انہوں نے میڈیا کے رویہ پر افسوس کا اظہار بھی کیا جو معاشرے میں اعلیٰ اقدار کو فروغ دینے کے بجائے اخلاقی انحطاط کا ذریعہ بن رہا ہے۔ مظاہرین مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے منان چوک پر منتشر ہوگئے۔ (مرتب: عبدالواسع)

تنظیم اسلامی ماموند کی دعوتی سرگرمیاں

ایسا لگ رہا ہے کہ حق وباطل کا آخری معرکہ بہت قریب ہے۔ پوری دنیا کو شیطانی قوتوں نے اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور دنیا پر خدا بیزار تہذیب نے پنجے جمائے ہوئے ہیں۔ شیطانی نظام کے پاسبان اس نظام کی خرابیوں کو بھی خوبیوں کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے جب نظام باطل کو اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑے گا اور کل جہاں نغمۂ توحید سے معمور ہوگا۔ لیکن اس مقصد کے لئے حاملین توحید کو بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی۔ یہ کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ دینی فریضہ بھی ہے۔ اس فریضے کو نبھانے کے لئے تنظیم اسلام کے رفقاء اپنے اپنے انداز سے کوشاں ہیں۔

حلقہ ملاکنڈ کے رفقاء کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ جب بھی کوئی رفیق دوسرے رفیق سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو تنظیم کے رفقاء اُس کی آمد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے احباب کے اجتماع کا انعقاد کرتے ہیں۔ حال ہی میں تنظیم اسلامی جار کے ناظم تربیت محمد نعیم تنظیم اسلامی ماموند کے رفقاء کی ملاقات کے لئے آئے۔ اس موقع پر اُن کی ماموند کے نمایاں افراد سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ اِسی سلسلہ کی ایک ملاقات میں ایک ماڈل سکول میں اساتذہ کے سامنے دینی فرائض کا جامع تصور پیش کیا گیا۔ ایک اور ملاقات میں مسجد میں شہادت علی الناس اور عبادت رب پر بیانات ہوئے۔ تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقا سے بھی ایک نشست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس معمولی سعی کو قبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: یوسف جان)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر ملک فیملی کو اپنے بیٹے، 26 سال، حافظ قرآن، ایم فل (ایگریکلچر) سرکاری ملازم (گریڈ 17) اور بیٹی عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اسپیشل ایجوکیشن سکول ٹیچر (گریڈ 16) کے لئے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0334-7910652

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے اکلوتے بیٹے، عمر 30 سال، کے لئے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4207684

☆ لاہور میں مقیم لودھی پنجابی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، قد "2 '5، ایم ایس سی اکنامکس خوب سیرت وصورت کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر حلال روزگار تعلیم کم از کم بی ایس سی (ترجیحاً انجینئر) لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0321-9009390

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم گلستانِ جوہر II میں آصف حبیب پراچہ کا بطور امیر مقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلستانِ جوہر II میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورے کے بعد جناب آصف حبیب پراچہ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم گلستانِ جوہر I میں عارف جمال فیاضی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلستانِ جوہر I میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورے کے بعد جناب عارف جمال فیاضی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم اورنگی ٹاؤن میں محمد عمران کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم اورنگی ٹاؤن میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد عمران کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم گلشن اقبال میں مطیع الرحمٰن کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلشن اقبال میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب مطیع الرحمٰن کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم گلزارِ ہجری میں راحت کمال کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلزارِ ہجری میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب راحت کمال کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم گڑھی شاہو میں حافظ محمد توصیف کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی جانب سے مقامی تنظیم گڑھی شاہو میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 فروری 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب حافظ محمد توصیف کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

civilization. As human beings, both are from each other sharing their common humanity. However, religiously and morally they have distinct identities and roles and are responsible for carrying these out within their spheres...' (translated)

At the end the writer refers to an incident in which Dr. Israr Ahmad was witnessed to have hurled an abuse at a woman who was not covered in the way he would have wanted her to be.

While I am not in a position to categorically refute this, whatever little I know about the late scholar and his impeccable personal morals, belies the likelihood of this. However, having said that, bringing up an issue that challenges the personal dignity and integrity of a deceased scholar who can no longer explain, clarify or refute it, and then using the dubious episode to discredit the overall message of the campaign promoting a basic Islamic value is a filthy tactic. It is hitting below the belt. I wouldn't bother digging into this one.

The malafide intent behind this self-defeating endeavour lies bare. While the audacious claims against Dr. Israr are highly dubious and quite dispensable, this much emerges clear: the writer's own moral condition is pathetically abysmal. A sage warned that when you spit against the wind, it comes back into your own face.

چلا قافلہ!

ضرار محمود

چلا وادئ شوق میں قافلہ
نیا جوش لے کر، نیا ولولہ
اُٹھا بحر و بر پر وہ چھاتا چلا
زمانہ کو ٹھوکر لگاتا چلا
دیے ہر قدم پر جلاتا چلا
نئی رہ گزر اِک بناتا چلا
نیا جوش لے کر، نیا ولولہ
بڑھا وادئ شوق میں قافلہ

☆ ☆ ☆

چلا وادئ شوق میں قافلہ
بڑا ہی جگر ہے، بڑا حوصلہ
حوادث کے طوفاں سے لڑتا ہوا
مصائب کی زد سے گزرتا ہوا
عزائم کے بل پر اُبھرتا ہوا
سوئے منزلِ شوق بڑھتا ہوا
بڑا ہی جگر ہے، بڑا حوصلہ
بڑھا وادئ شوق میں قافلہ

☆ ☆ ☆

چلا وادئ شوق میں قافلہ
پڑا عالمِ پیر میں زلزلہ
وہ دیکھو زمانہ میں ہلچل مچی
پڑی قصر و ایوان میں کھلبلی
بتوں کی خدائی کی جڑ ہل گئی
وہ تقدیر پانسہ پلٹنے لگی
پڑا عالمِ پیر میں زلزلہ
بڑھا وادئ شوق میں قافلہ

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر)

[ماخوذ: ماہنامہ ''چراغِ راہ'' نومبر 1951ء]

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے معاون دفتر محمد فہیم کی خالہ وفات پا گئیں
☆ تنظیم اسلامی نیو کراچی کے بزرگ رفیق جناب محمد عثمان خان وفات پا گئے
☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے شعبہ مطبوعات کے کارکن محمد سلیم باری کی خالہ وفات پا گئیں

اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم ومرحومات کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگاں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Maryam Sakeenah

SPITTING AGAINST THE WINDS

Much ire has been unleashed against an awareness drive in Karachi that highlighted the concept of modesty in Islam using Quranic and Prophetic references on billboards and handbills, in the context of the February 14 celebrations. The rejection of the idea of singling out a day for the expression of amorous sentiment as odious to the spirit of true love is a common theme in various sources. Mark Vernon writing for BBC laments the romantic onslaught of another Valentine s Day: *Romantic love is... marketed as the peak experience... the signs of its allure are everywhere on Valentine's Day... as if couples make a direct link between romantic value and cash value. We are being blinded by a hyper version of romantic love... I think that the romantic myth is one of the most pernicious of our times.*

A headstrong dogmatic liberal writing on the Express Tribune blogs (http://blogs.tribune.com.pk/story/16082/say-yes-to-valentines-day/)passionately advocated the celebration of Valentines Day in order to stand against the anti-Valentines Day lobby - ironically, however, in the same article he conceded to the fact that the event is highly commercialized and the celebration devoid of meaning. Call it double standards, shall we?

The fabric of society is woven on the basis of a consensus of values. Since the majority in this society subscribes to the Muslim faith, this social consensus is on the values that derive themselves from Islamic tradition. The concept of Haya (modesty) is central, essential and pivotal to Islam. The Prophet (SAW) said, *Every religion has a distinguishing quality, and the distinguishing quality of Islam is modesty.* The 14^{th} February celebrations however, betray this essence. The campaign in Karachi by Tanzeem e Islami (TI) highlighted this fundamental aspect of the Muslim lifestyle through ways that neither involved coercion nor vigilantism.

However, this was targeted by a well-thought-out slander campaign sneering at the message in uncouth ways. This only signifies intolerance of free speech and incapacity to stomach the exercise of freedom of expression by another who differs in opinion from the self-appointed gallant crusaders of liberalism.

The liberal fanatics went overboard, flying off the handle with a vicious attack on the vision and mission of TI and its leadership, including the late Dr. Israr Ahmad. The allegations levelled at the deceased scholar often veer into the personal domain. Given the fact that the target of this slander is no more there to respond to these, makes the attempt foul and malevolent.

Noticeably, the real issues at hand were dexterously skirted, instead veering off into a paroxysm digging up dead ghosts to somehow prove that the TI and its work is discredited for its misogynistic, imperious, regressive tendencies. This was proven by some isolated, obscure incidents from the early eighties that involve Dr. Israr Ahmad. Not only was this an attempt to trivialize and slight the vital message of the campaign, but in fact the entire vision, mission and work of TI and Dr Israr Ahmad.

The TI is not a political organization, but believes that the social mission of Islam seeks culmination through the use of political power with responsibility for the service and welfare of human beings. Like any organization working for reform, the TI also believes in the ideal of a globally ascendant paradigm of justice and peace overstepping schisms and

boundaries. The universal maxim of think globally, act locally that the Tanzeem seems to have adopted, does not imply imperious, expansionist or violent political agendas. Instead, the TI is committed to work at the grassroots through spiritual and moral rejuvenation which alone can be the basis for any larger social reform programme.

The issue of Dr. Israr Ahmad s views on cricket seems to have been brutally manipulated and greatly exaggerated. Interestingly, the misrepresentation of Dr. Israr s suggestion to not show cricket matches on T.V was addressed by the late scholar in 1983 in a widely published public statement. On page 85 of the monthly Meesaq of March 1983, Dr. Israr Ahmad explains his stance. He clarifies that his objection was based on the fact that these sporting events are spread over five days and occupy time that may be used elsewhere. Often, viewers abandon more important duties and become negligent towards religious observations because of the furore. It interferes with the daily routine taking away precious time. He moves on to suggest that such long sporting events should not be televised and that those interested should visit the venue to watch it live. However, if cricket matches could be of a short duration comprising a few hours in a day, it could provide healthy entertainment on T.V. This public statement does not mention the issue of women watching males on T.V even implicitly, because that had never been Dr. Israr Ahmad s ground for objection.

The writer exaggerates this episode and Israr Ahmad s insistence on promulgating the Islamic dresscode for women to the extent that it comes across as the primary reason why he eventually lost favour with General Zia ul Haq and fell out with him. This claim is absolutely ludicrous. While it is true that the scholar held high the sanctity of the modest Islamic dresscode and propagated the idea, it is false that his stubborn and relentless insistence made him impossible to deal with, leading to differences with the President and exit from PTV. In the Meesaq issue of February 1983, Dr. Israr Ahmad s address to the president on this issue has been transcribed. The tone in which he suggests the observance of the Islamic dresscode on TV is merely advisory, humble and at best persuasive but never dictatorial, stubborn or threatening. Sincerity and hope rings clear out of it, which commands deep reverence for him- even if one does not agree with the import of it.

The actual reason why Dr. Israr Ahmad eventually parted ways and refused to appear on the state-owned media was because the President-General had hoped Dr. Israr s political rhetoric would justify and lend strength to his authoritative rule. He hoped for his dictatorship to somehow fit into and be sanctified by the Khilafah ideal of Dr. Israr Ahmad. The late scholar however eventually saw through this and realized that religion was just being used to prolong the autocratic regime. There was little sincerity in actually making the values and principles of Islam prevail. Not only did his TV appearances finish, he also resigned from the ulema council, refusing to be part of an autocratic regime using religious rhetoric to maintain its hold.

While it is true that Dr. Israr Ahmad stressed on gender segregation and the need to abide by hijab regulations, but the writer has used his views on the subject and attached them to his advice against televising cricket matches to suggest a retrograde sexism and misogyny which is absolutely uncalled-for. What is created in the process is a skewed-up, distorted account that is far from the truth. I am compelled here to quote from Dr. Israr Ahmad s book Islam mein Aurat ka maqam :

Men and women are the two wheels of the vehicle of society and culture. Their physical and psychological make-up is different; however, this is due to the needs and requirements of human society and